45

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 35 واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

13 تا 19 جمادی الثانی 1448ھ / 24 تا 30 نومبر 2026ء

اس شمارے میں

نئے صوبے یا نیا نظام؟

اقامتِ دین: اُمّت مسلمہ کی ذمہ داری

حقیقتِ نفاق (2)

پینل گفتگو
مصنوعی ذہانت (2)

..... بے تیغ و تفنگ

تنظیم اسلامی کا سالانہ زونل اجتماع (شرقی پاکستان)

بے یقینی .....

ہمارے معاشرے میں معتد بہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو بحمد اللہ شعوری سطح پر جاہلیت قدیمہ اور جدیدہ دونوں سے بچے ہوئے ہیں' لیکن ان کی بیماری ایک تیسری نوع کی بیماری ہے اور وہ ہے بے یقینی کی بیماری۔ یعنی مثبت طور پر جو یقین ہونا چاہیے انہیں وہ میسر نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ محض منفی چیزوں سے اگر آپ نے خود کو بچا بھی لیا تو اس سے آپ کے اخلاق و کردار پر اور آپ کی زندگی کے رُخ پر کوئی فیصلہ کن اثر مرتب نہیں ہو سکتا جب تک کہ مثبت طور پر یقین نہ ہو۔ سورۃ الحجرات کی آیت 14 کے درس کے ضمن میں میں نفاق اور ایمان کے بارے میں یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ان دونوں کو یوں سمجھئے کہ نفاق ایک منفی قدر (minus value) ہے اور ایمان ایک مثبت قدر (plus value) ہے۔ پھر اس مثبت قدر میں درجہ بدرجہ اضافہ ہوتا ہے۔ ایک میرا اور آپ کا ایمان ہے' ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' عشرہ مبشرہ اور بالخصوص انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان ہے۔ تو یوں سمجھ لیجیے کہ یہ معاملہ لامحدود درجے (plus infinity) تک چلتا جائے گا۔ اسی طرح نفاق کا معاملہ ہے۔ اس کا ایک نقطۂ آغاز بھی ہے اور اس کا تیسرا درجہ بھی ہے' جہاں پہنچ کر یہ ٹی بی کے مرض کی طرح لاعلاج ہو جاتا ہے۔ نفاق اور ایمان کے مابین ایک اور مقام ہے جسے میں ''zero level'' سے تعبیر کرتا ہوں۔ ہمارے ہاں بے یقینی کا شکار طبقے کی اکثریت اسی سطح پر کھڑی ہے۔ یعنی کوئی منفی چیز بھی نہیں ہے' نہ جاہلیت قدیمہ ہے نہ جاہلیت جدیدہ کم از کم شعوری سطح پر نہیں ہے لیکن مثبت طور پر یقین محکم والا ایمان بھی نہیں ہے اور اس کی طرف کوئی پیش قدمی بھی نہیں ہو رہی۔ تو ضرورت اسی یقین محکم والے ایمان کی ہے' جیسے کہ علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ
جہاد بالقرآن اور اس کے پانچ محاذ

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!



موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا: کفار کے شبہات

سُوْرَۃُ السَّجْدَہ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیت:10

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۭ بَلْ ھُمْ بِلِقَاۗیِٕ رَبِّھِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰

آیت:10 ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۭ﴾ ''اور یہ کہتے ہیں: کیا جب ہم زمین میں تحلیل ہو جائیں گے تو کیا پھر ہم ایک نئی خلقت میں ڈھالے جائیں گے؟''

اس اعتراض کے حوالے سے پرانے زمانے کے کفار کا اندازِ گفتگو تو سیدھا سادہ تھا کہ جب ہم مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں کیسے دوبارہ جلا اٹھایا جائے گا؟ لیکن آج کا ''روشن خیال'' نوجوان نسل کہتی ہے جب ہم مٹی میں مل کر کھاد بن جائیں گے' کھاد سے ہمارے ذرّات پودوں میں منتقل ہو جائیں گے' ان پودوں کو جانور کھائیں گے اور پھر ہمارے جسموں کے تحلیل شدہ atoms کہاں کہاں پہنچیں گے تو ایسی صورت میں انسانی اجسام کے گم گشتہ اجزاء کیونکر اکٹھے کیے جا سکیں گے؟ جس اللہ نے پہلی مرتبہ زمینی اجزاء سے ان لوگوں کو ان کے وجودوں کے ساتھ پیدا کیا ہے' کیا وہ انہیں دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا؟

﴿بَلْ ھُمْ بِلِقَاۗیِٕ رَبِّھِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰﴾ ''بلکہ (حقیقت میں) یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔''

دراصل یہ لوگ اپنے کرتوتوں کے سبب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے تصور سے گریزاں ہیں۔ اس کے لیے بہانہ یہ بنا رہے ہیں کہ زمین میں گل سڑ جانے کے بعد انسانوں کا دوبارہ زندہ ہو جانا عقلی طور پر ممکن نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص صاحب ایمان ہے اور دل میں اللہ کے لیے محبت کے جذبات رکھتا ہے تو اسے لازماً یہ امید ہو گی کہ اللہ اس کے ساتھ رحمت اور شفقت کا معاملہ فرمائے گا۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا اشتیاق بھی ہو گا۔



درس حدیث

مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اغْتِیْبَ عِنْدَہٗ اَخُوْہُ الْمُسْلِمُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ فَنَصَرَہٗ ، نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَاِنْ لَّمْ یَنْصُرْہُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ ، اَدْرَکَہُ اللّٰہُ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ)) (رواہ البغوی فی شرح السنہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے سامنے اس کے کسی مسلم بھائی کی غیبت اور بدگوئی کی جائے اور وہ اس کی نصرت و حمایت کر سکتا ہو تو کرے (یعنی غیبت و بدگوئی کرنے والے کو اس سے روکے یا اس کا جواب دے اور مداخلت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا۔ اور اگر قدرت حاصل ہونے کے باوجود وہ اس کی نصرت و حمایت نہ کرے (نہ غیبت کرنے والے کو غیبت سے روکے نہ جوابدہی اور مدافعت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو اس کی کوتاہی پر پکڑے گا (اور اس کی سزا دے گا)۔''

تشریح: اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک بندۂ مسلم کی عزت و آبرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر محترم ہے۔ صرف غیبت کرنے والا ہی گناہ گار نہیں بلکہ سننے والا بھی اگر استطاعت رکھنے کے باوجود غیبت کرنے والے کو روکتا اور سمجھاتا نہیں تو وہ بھی گناہ گار ہے۔ ثابت ہوا کہ ایک مسلمان بھائی کی حفاظت و حمایت کس درجہ کا فریضہ ہے اور اس میں کوتاہی کس درجہ کا سنگین جرم ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان [نظام] خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
13 تا 19 جمادی الثانی 1448ھ جلد 35
24 تا 30 نومبر 2026ء شمارہ 45
مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق
مجلس ادارت: ● فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان
زیر انتظام: حافظ خالد محمود خضر
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سکریٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوک لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت
36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 (042)
E-Mail: nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک ..... 1,200 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نئے صوبے یا نیا نظام؟

ملکی معاملات کے حوالے سے اس وقت سب سے اہم خبر پاکستان میں نئے صوبے بنانے کے حوالے سے بحث ہے۔ یہ ایک ایسی بحث ہے جس نے ماضی میں بھی قوم کو تقسیم کیے رکھا اور آج بھی سیاسی، لسانی، قومیت اور نسل کی بنیاد پر قوم کو مزید تقسیم کر رہی ہے۔ ہم یہ ہرگز نہیں کہہ رہے ہیں کہ نئے صوبے بنانے کے حوالے سے بات کرنا شجر ممنوعہ ہے۔ بلاول بھٹو زرداری صاحب کو تو اپنے صوبے کی سیاست کرنا ہے اور 'سندھ کارڈ' کو بھی محفوظ رکھنا ہے۔ ہماری ایسی کوئی مجبوری نہیں۔ لیکن معاملہ اتنا سادہ بھی نہیں جتنا بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ وفاقی حکومت اور وزیر داخلہ تو بادی النظر میں "غیبی قوتوں" کے اشاروں پر ایک بار پھر آئین پاکستان کو ردی کی ٹوکری کی نظر کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وزیر داخلہ صاحب کا یہ فرمانا کہ "ریفرنڈم" بھی "عوامی نمائندگی" کے مترادف ہے، سنہری حروف سے لکھ کر فریم کیے جانے کے لائق ہے! گویا پاکستان میں الیکشن اور اسمبلیوں کی بجائے اب "عوامی نمائندگی" کا معیار ریفرنڈم ہی قرار دیا جانا چاہیے اور منتخب نمائندوں کی جگہ فیصلہ ٹیکنوکریٹس کے ذریعے کروائے جائیں۔

بہرحال ہماری رائے میں اصولی بات یہ ہے کہ پاکستان میں بہتر انتظامی ڈھانچے، عوام الناس کی سہولت اور اختیارات کی مؤثر تقسیم کے لیے صوبوں کی تعداد میں اضافہ پر غور کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ڈویژن کی سطح پر صوبے بنانے کے امکان پر بھی غور کیا جا سکتا ہے، تاکہ مقامی آبادی کو اپنے انتظامی اور ترقیاتی معاملات میں براہِ راست شرکت کا موقع مل سکے۔ تاہم نئے صوبوں کی تشکیل کا مقصد خالصتاً انتظامی بہتری، عوامی سہولت اور بہتر طرزِ حکمرانی ہونا چاہیے، نہ کہ لسانی، نسلی یا قومیت کی بنیادوں کو فروغ دینا۔ پھر یہ کہ اس فیصلہ کے ساتھ 'اسٹیبلشمنٹ' کا آئین کے دائرہ کے مطابق ہی تعلق ہونا چاہیے۔ اس پورے عمل میں پاکستان کی نظریاتی اساس، وفاقی وحدت اور قومی یکجہتی کو ہر حال میں مقدم رکھا جانا ضروری ہے۔

پاکستان کا قیام محض ایک جغرافیائی خطے کے حصول کے لیے عمل میں نہیں آیا تھا، بلکہ یہ ایک نظریاتی ریاست کے طور پر وجود میں آیا، جس کا بنیادی مقصد برصغیر کے مسلمانوں کو ایسا خطۂ زمین فراہم کرنا تھا جہاں وہ اسلامی تعلیمات اور اقدار کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معاملات مرتب کر سکیں۔ چنانچہ پاکستان کی قومی شناخت کی اصل بنیاد اسلام اور مشترکہ نظریاتی وابستگی ہے، نہ کہ نسل، زبان، قومیت یا علاقائی امتیاز۔ یہی وہ بنیادی تصور ہے جسے پیش نظر رکھ کر ملک کے انتظامی ڈھانچے میں کسی تبدیلی کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بھی نئے صوبوں کے قیام کے امکان کو انتظامی ضرورت کے تناظر میں قابل غور قرار دیا تھا۔ اُن کے مطابق صوبوں کی تعداد میں اضافہ ممکن ہے تاکہ انتظامی امور بہتر طور پر انجام پائیں، عوام کو حکومتی اداروں تک رسائی حاصل ہو اور اختیارات حقیقی معنوں میں عوام کے قریب منتقل ہوں۔ اس تصور میں صوبوں کی تشکیل کسی لسانی یا نسلی مطالبے کی تکمیل نہیں بلکہ انتظامی سہولت اور بہتر حکمرانی کا ذریعہ بنے۔ پھر یہ کہ بہت سی دیگر شرائط کو بھی ملحوظ رکھا جائے، جن میں سرفہرست پاکستان کو اُس کی اساسی بنیادوں کے مطابق عملی طور پر ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ بڑے صوبوں کے وسیع رقبے اور آبادی کے باعث دور دراز علاقوں کے عوام کو انتظامی مراکز تک رسائی، بنیادی سہولیات کے حصول اور ترقیاتی منصوبوں میں مؤثر شرکت کے حوالے سے مشکلات کا سامنا ہے۔ دوسری طرف اختیارات کی مرکزیت اور انتظامی وسائل کی غیر مساوی تقسیم بھی عوامی محرومیوں کا سبب بنتی ہے۔ جنوبی پنجاب، ہزارہ، سابق قبائلی اضلاع اور اندرون سندھ بلکہ کراچی تک میں انتظامی محرومیوں کے ازالے کے لیے نئے صوبوں کی تجویز ماضی میں بھی سامنے آتی رہی ہے۔

البتہ اس معاملے کا ایک نہایت اہم پہلو پاکستان کی وفاقی وحدت اور قومی یکجہتی کا تحفظ ہے۔ پاکستان مختلف زبانوں، ثقافتوں اور علاقائی روایات کا حامل ملک ہے اور اس تنوع کا احترام و تحفظ قومی زندگی کا لازمی تقاضا ہے۔ لیکن اس تنوع کو سیاسی تقسیم اور مستقل لسانی و نسلی شناختوں کی بنیاد بنانا ملک دشمنی سے کم نہ ہوگا۔ اگر ایسا کیا جاتا ہے یا کسی سیاسی معاملے کو زبردستی نافذ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو مشترکہ قومی شناخت کمزور، بین الصوبائی اختلافات شدید اور وسائل کی تقسیم کے تنازعات مزید پیچیدہ ہوں گے۔ نہ ہی کسی ہائبرڈ نظام کا تسلسل یا کسی طاقتور حلقے کے مفادات ہمارے مطمحِ نظر ہونے چاہئیں۔

اگلی بات یہ ہے کہ نئے صوبوں کا قیام بذاتِ خود تمام انتظامی مسائل کا حل نہیں۔ اگر اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی، مؤثر بلدیاتی نظام اور مقامی حکومتوں کا استحکام یقینی نہ بنایا جائے تو نئے صوبے بھی اسی انتظامی مرکزیت اور بیوروکریٹک پیچیدگی کا شکار ہو جائیں گے، جس سے نجات کے لیے ان کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہمارے نزدیک صوبوں کی تعداد میں اضافے کے ساتھ بلکہ پہلے ایک بااختیار، مؤثر اور مستقل بلدیاتی نظام قائم کرنا ضروری ہے، جس کے ذریعے انتظامی، مالی اور سیاسی اختیارات حقیقی معنوں میں نچلی سطح تک منتقل ہوں۔ ممکن ہے کہ اس اقدام کے نتیجے میں صوبوں کی مزید تقسیم کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

نئے صوبوں کی تشکیل کے حوالے سے ایک اور اہم خدشہ سیاسی مفادات کا غلبہ بھی ہے۔ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں انتظامی اصلاحات کے نام پر مختلف تجاویز سامنے آتی رہی ہیں، لیکن ضروری ہے کہ اس نوعیت کے حساس قومی معاملے کو انتخابی نعروں، سیاسی جوڑ توڑ، دباؤ یا عجلت کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ نئے صوبوں کے قیام سے اضافی صوبائی حکومتوں، دفاتر، اسمبلیوں اور بیوروکریسی کا انتظامی و مالی بوجھ بھی بڑھے گا۔ اس کے ساتھ پانی، قدرتی وسائل، مالی وسائل، محاصل اور سرکاری اثاثوں کی تقسیم جیسے معاملات بھی پیچیدہ صورت اختیار کریں گے۔

اس معاملے کو بہتر انداز میں سمجھنے اور عوام تک تمام معلومات پہنچانے کے لیے ایک غیر جانب دار قومی کمیشن قائم کیا جانا چاہیے، جس میں آئینی و قانونی ماہرین، علما، معاشی و انتظامی ماہرین اور متعلقہ علاقوں کے نمائندے شامل ہوں۔ یہ کمیشن انتظامی، مالی، جغرافیائی اور آئینی پہلوؤں کا جامع جائزہ لے اور عوامی مشاورت کے بعد اپنی سفارشات پیش کرے۔ اس عمل میں تمام شہریوں، بالخصوص لسانی اور ثقافتی اقلیتوں کے آئینی حقوق اور مساوی شہریت کا تحفظ بھی یقینی بنایا جائے۔

آئین کی بات آئی تو آئین میں درج طریقۂ کار کی پابندی انتہائی ضروری بلکہ بہت ناگزیر ہے۔ آئین کے آرٹیکل 239(4) کے تحت کسی صوبے کی حدود میں تبدیلی یا نئے صوبے کے قیام کے لیے قومی اسمبلی اور سینیٹ میں دو تہائی اکثریت کے ساتھ متعلقہ صوبائی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت سے منظوری ضروری ہے۔ عوامی رائے معلوم کرنے کے لیے ریفرنڈم کا انعقاد اپنی جگہ ایک مشاورتی ذریعہ ہو سکتا ہے، لیکن اسے آئینی ترمیم کے مقررہ طریقۂ کار کا متبادل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ متعلقہ صوبائی اسمبلی کی مطلوبہ منظوری کے بغیر محض ریفرنڈم کے ذریعے نئے صوبے کے قیام کی کوشش ایک سنگین آئینی تنازع کو جنم دے گی۔

اسی تناظر میں اسلام آباد کو پاکستان بلکہ دنیا کا 'پہلا' کیپٹل لیس دارالحکومت بنانے کا منصوبہ اور بعض دیگر علاقوں کو شامل کر کے اسلام آباد کو ایک علیحدہ یونٹ بنانے کی باتیں ہیں۔ ایسا کرنا ملکی مفاد میں ہو نہ ہو، بعض حلقوں کے مفاد میں ضرور ہے۔ مجوزہ 28ویں ترمیم کیا رنگ لائے گی، یہ اپنی جگہ ایک سوالیہ نشان ہے۔

اصل ضرورت ایسی انتظامی اصلاحات کی ہے جو عوام کی مشکلات کم کریں، اختیارات کو نچلی سطح تک منتقل کریں اور حکمرانی کے نظام کو مؤثر بنائیں۔ اگر نئے صوبوں کا قیام اس مقصد کے حصول میں معاون ہو تو اس پر سنجیدگی سے غور کیا جانا چاہیے، لیکن یہ عمل مکمل شفافیت، غیر جانب داری، عوامی مشاورت اور آئینی تقاضوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ ہمارا مقصود محض انتظامی نقشے میں تبدیلی نہیں بلکہ ایک ایسا عادلانہ نظامِ حکومت ہے جو عوام کو حقیقی سہولت فراہم کرے اور ملک کی وحدت و استحکام کو مزید مضبوط بنائے۔

یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ کیا کرپشن، نااہل حکمرانوں، اشرافیہ کے اثر و رسوخ بلکہ قبضہ کو بدلے بغیر، استحصالی نظام کو زمین بوس کیے بغیر اور ملک میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام کے بغیر 12 کیا، 40 صوبے بھی فائدہ دے سکیں گے؟ کیا نظام بدلے بغیر نئے صوبے بنانے سے عوام کے مسائل حل ہو جائیں گے اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا؟

''عاقلاں را اشارہ کافی است!''

❁❁❁



اقامتِ دین: اُمّتِ مُسلمہ کی ذمّہ داری

(سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 کی روشنی میں)

27 اکتوبر 2026ء کو الکوثر یونیورسٹی کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ؒ کے خطاب کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے بعد!

سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ کی یونیورسٹی میں پہلی بار آنے کا موقع ملا ہے، اگرچہ اس ادارے سے تعارف بہت پرانا ہے اور آپ کے بہت سے اساتذہ اور دیگر حضرات سے بھی دیرینہ تعلق ہے۔ میں انتظامیہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مدعو کیا، اور خاص طور پر آپ طلبہ کی جانب سے انتظامیہ کی اجازت سے جو دعوت نامہ مجھے موصول ہوا، اس میں گفتگو کا عنوان یہ تجویز کیا گیا: سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 13 کی روشنی میں اُمّتِ مُسلمہ کی ذمّہ داریوں اور کردار کا فہم۔ اس عنوان سے واضح ہوتا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کو یاددہانی کرانی ہے اور تذکیر کرنی ہے۔ تذکیر کا لفظ قرآن کریم میں آیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾﴾ (الذاریات) ''اور آپؐ تذکیر کرتے رہیے کیونکہ یہ تذکیر اہل ایمان کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔''

انسان کے لفظ کے بارے میں اہلِ علم کی ایک رائے یہ ہے کہ یہ نسیان (بھول جانے) سے مشتق ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ((أَوَّلُ النَّاسِ أَوَّلُ نَاسٍ)) یعنی سب سے پہلے انسان حضرت آدم ؑ ہی سب سے پہلے بھولنے والے تھے۔ اب اس نسیان کا علاج یہی ہے کہ باتوں کو بار بار دہرایا جائے۔ ہم اللہ کے بندے ہیں مگر بندگی کے فریضہ کو بھول جاتے ہیں۔ بسا اوقات آٹھ مارچ کے خواتین مارچ میں ''میرا جسم میری مرضی'' جیسے نعرے سنائی دیتے ہیں، تو ہمیں یہ یاد دلانا پڑتا ہے کہ ہمارا جسم ہمارا اپنا نہیں ہے؛ ہم آیت الکرسی میں پڑھتے ہیں:

﴿لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ﴾ (البقرۃ:255) ''اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔''

چونکہ ہم بندگی رب کے فریضہ کو بھول جاتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ ہر نماز کی ہر رکعت میں ہم سے یہ اقرار کروا کر یاد دلاتا ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

جس سورۃ کی آیت ہمارے پیشِ نظر ہے، وہ سورۃ الشوریٰ ہے اور شوریٰ کے معنی مشورہ کے ہیں۔ اسی سورۃ میں اہلِ ایمان کی ایک صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ۖ﴾ (الشوریٰ: 38) ''اور اُن کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔''

مرتب: ابو ابراھیم

آج کل ہم معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ نوجوان دو کتابیں پڑھ کر خود کو زیادہ سمجھدار سمجھنے لگتے ہیں اور مشورہ لینا بھی ہو تو مصنوعی ذہانت (AI) کو اہمیت دیتے ہیں، جبکہ والدین، بزرگوں اور اساتذہ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ میں یہاں آپ کی بات نہیں کر رہا بلکہ مجموعی معاشرتی رویے کی طرف اشارہ کر رہا ہوں؛ آپ لوگ تو ماشاءاللہ خوش نصیب ہیں جو آٹھ سال سے یہاں بیٹھ کر قرآن و حدیث اور دین کا علم حاصل کر رہے ہیں تاکہ آگے چل کر دین کی ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ جہاں تک مشورے کی اہمیت کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو حکم دیا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ﴾ (آل عمران: 159) ''اور معاملات میں اُن سے مشورہ لیتے رہیں۔''

کیا رسول اللہ ﷺ کو مشورہ لینے کی کوئی ذاتی ضرورت تھی؟ ہرگز نہیں، آپ ﷺ پر تو براہِ راست اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی، مگر اس حکم کے ذریعے اُمّت کو تعلیم دی گئی ہے۔ میں اساتذہ کرام سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ طلبہ کے حق میں تھوڑا ایثار کریں اور انہیں گفتگو میں شامل رکھیں، ورنہ طلبہ بالکل خاموش ہو کر رہ جائیں گے۔ غور کیجیے کہ جب امام الانبیاء ﷺ مشورہ فرماتے تھے، تو کسی اور کی کیا حیثیت ہے کہ وہ خود کو عقلِ کل سمجھے اور یہ گمان کرے کہ مجھے سب کچھ آتا ہے اور کسی کے مشورے کی ضرورت نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اس تکبر سے محفوظ رکھے۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 13 غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اب اس آیت کے ترجمہ اور مفہوم کی طرف آتے ہیں۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ﴿١٣﴾﴾ ''(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اُس نے نوحؑ کو کی تھی اور جس کی وحی ہم نے (اے محمد ﷺ) آپ کی طرف کی ہے اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیمؑ کو اور موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو کہ قائم کرو دین کو۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ (اے نبی ﷺ!) بہت بھاری ہے مشرکین پر یہ بات جس کی طرف آپؐ ان کو بلا رہے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف (آنے کے لیے) چُن لیتا ہے اور وہ

اپنی طرف ہدایت اُسے دیتا ہے جو خود رجوع کرتا ہے۔"

اس آیت میں سب سے پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کے لیے وہی نظامِ حیات (دین) مقرر فرمایا ہے جس کی تاکید حضور ﷺ سے پہلے چار جلیل القدر رسولوں یعنی حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو بھی فرمائی گئی تھی۔ مفسرین کی ایک رائے کے مطابق سورۃ الاحقاف میں جن اولوالعزم (عالی ہمت) رسولوں کا ذکر آیا ہے، ان سے یہ چار رسول اور حضور ﷺ یعنی کل ملا کر پانچ رسول مراد ہیں۔ ان کی استقامت کی داستانیں قرآن میں جا بجا ملتی ہیں؛ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو برس تک دعوت و استقامت کا پہاڑ بن کر زندگی گزاری، نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد زندگی کم و بیش 23 برس پر محیط ہے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا مجھے اللہ کی راہ میں ستایا گیا، اتنا کسی نبی کو نہیں ستایا گیا۔ ان تمام رسولوں کو اور ان کے واسطے سے ہمیں جو بنیادی حکم دیا گیا وہ یہ ہے:

﴿اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ﴾ "کہ قائم کرو دین کو۔"

مفسرین فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی رہا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران:19)

"یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔"

دین سے ایک مراد بنیادی عقائد، عبادات اور اخلاقی اصول ہیں جو تمام رسولوں کے ہاں مشترک تھے، البتہ شریعت یعنی احکام پر عمل درآمد کے طریقے اور جزئیات حالات کے مطابق مختلف رہے۔ مثلاً روزہ پچھلی اُمتوں پر بھی فرض تھا اور ہم پر بھی فرض ہے، مگر اُن کے ہاں سحری کا تصور نہ تھا جبکہ ہمیں سحری کھانے کی ترغیب دی گئی۔ چنانچہ اقامتِ دین کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ دین کے بنیادی اصولوں اور عقائد پر مضبوطی سے جمے رہو۔ دوسرا پہلو اس کا اجتماعی نفاذ ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جب ایک خیمہ نصب کیا جاتا ہے تو بانس گاڑ کر اور رسیاں باندھ کر اُسے قائم کیا جاتا ہے؛ اگر تیز ہوا چلے تو اُسے تھام کر قائم رکھا جاتا ہے، اور اگر خیمہ گر چکا ہو تو اُسے دوبارہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ چونکہ آج اجتماعی اور ریاستی سطح پر اللہ کا نظام نافذ نہیں ہے، اس لیے ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اسے قائم کرنے کی جدوجہد کریں۔ یہاں ایک نازک نکتہ سمجھنا بے حد ضروری ہے: ہماری ذمہ داری دین کو قائم کرنے کی کوشش کرنا ہے، نہ کہ اسے لازماً قائم کر کے دکھا دینا۔ تاریخ گواہ ہے کہ کئی انبیاءؑ شہید کر دیے گئے، غزوۂ اُحد میں ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے، مگر دین کا مکمل غلبہ فتح مکہ کے موقع پر نصیب ہوا۔ اگر کوئی شخص غلبۂ دین کے دور میں موجود ہو مگر اس نے اس جدوجہد میں اپنا حصہ نہ ڈالا ہو، اللہ کے ہاں ناکام رہنے کا اندیشہ ہے، اور اگر کسی نے اپنی جان تک کھپا دی مگر ظاہری غلبہ نہ دیکھ سکا، جیسے شہدائے اُحد تو وہ اللہ کے ہاں مکمل کامیاب ہے۔ اگلا حکم ہے:

﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ﴾ "اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"

یاد رکھیے کہ دلائل کی بنیاد پر علمی اختلاف اور چیز ہے، اور تفرقہ بازی بالکل الگ چیز ہے۔ ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے درمیان قرآن و سنت کے دلائل کی بنیاد پر فقہی اختلافات رہے، مگر یہ اُمت کے لیے رحمت تھے، تفرقہ نہیں۔ غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر نمازِ عصر کی ادائیگی کے معاملے میں صحابہ کرامؓ کے درمیان دو آراء پیدا ہوئیں، مگر جب دونوں نے قرآن و سنت کی دلیل سے استدلال کیا تو نبی کریم ﷺ نے دونوں کو درست قرار دیا۔ اصل تفرقہ تب پیدا ہوتا ہے جب لوگ چودہ صدیوں کے اجماعی فہم اور اسلاف کی سنہری زنجیر (سلسلۃ الذہب) سے کٹ کر دین کے مُسلمہ عقائد و احکام میں من مانی تاویلات شروع کر دیں، یا ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے لگیں۔ بقول مولانا ابوالکلام آزاد، انبیاء لوگوں کو مسلمان بنانے آئے تھے اور ہم مسلمانوں کو کافر قرار دینے کی فیکٹریاں چلا رہے ہیں، حالانکہ حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے اور وہ حقیقت میں ویسا نہ ہو، تو وہ کفر کا فتویٰ کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے۔ آیت میں آگے فرمایا گیا:

﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ﴾

"(اے نبی ﷺ!) بہت بھاری ہے مشرکین پر یہ بات جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں۔"

شرک صرف بت پرستی تک محدود نہیں بلکہ اس کی سیاسی اور مذہبی دونوں صورتیں ہیں۔ ایک طرف وہ سیاسی "مشرک" ہیں جو فرعون کی طرح ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ (النازعات) "میں ہوں تمہارا سب سے بڑا رب!" کے مصداق بنتے ہیں، اللہ کی حاکمیت ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ "اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔" کا انکار کر کے خود کو قانون ساز اور حلّ و حرمت کا مالک سمجھتے ہیں، اور سودی و استحصالی نظام کے ذریعے لوگوں کو غلام بنا کر اپنی تجوریاں بھرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ مذہبی "مشرک" ہیں جنہیں ہمارے استاد ڈاکٹر اسرار احمدؒ "پ" کی قبیل (پادری، پنڈت، پروہت، پجاری وغیرہ) سے تعبیر فرماتے تھے، جو خالق اور مخلوق کے درمیان واسطے اور وسیلے بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور لوگوں کے ایمان و مال کا استحصال کرتے ہیں۔ جب انہیں خالص توحید کی دعوت دی جاتی ہے کہ بندہ براہِ راست اپنے رب سے مانگے جو اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے، تو اُن کی دکانیں بند ہوتی نظر آتی ہیں، اس لیے اقامتِ دین اور خالص توحید کی دعوت ان دونوں طبقات پر بہت گراں گزرتی ہے۔ آیت کے اختتام پر ہدایت کے دو ضابطے بیان فرمائے گئے: پہلا ضابطہ ﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ "اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف (آنے کے لیے) چُن لیتا ہے"

اس کی ایک روشن مثال حضرت حمزہؓ کا قبولِ اسلام ہے کہ وہ شکار سے واپس آئے، ابوجہل کی جانب سے اپنے بھتیجے کی شان میں گستاخی کا سنا، غیرت میں آ کر ابوجہل کی پٹائی کی اور وہیں کلمہ پڑھ کر ایمان لے آئے۔ آج بھی دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ بعض انتہائی گناہگار یا جرائم پیشہ افراد اچانک توبہ کر کے مکمل بدل جاتے ہیں؛ یہ اللہ کا خاص انتخاب ہوتا ہے۔ البتہ عام اور عمومی ضابطہ آیت کے آخری الفاظ میں بیان ہوا:

﴿وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ "اور وہ اپنی طرف ہدایت اُسے دیتا ہے جو خود رجوع کرتا ہے۔"

حدیثِ قدسی کے مطابق جب بندہ اللہ کی طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو اللہ اُس کی طرف دو بالشت بڑھتا ہے، اور جب بندہ چل کر آتا ہے تو اللہ دوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کی مثال اس ننھے بچے کی سی ہے جو پہلے گھٹنوں کے بل چلتا ہے، مگر جس دن وہ خود سہارا لے کر کھڑا ہونے کا عزم ظاہر کرتا ہے تو باپ فوراً اُس کی انگلی تھام کر اُسے چلنا سکھاتا ہے اور گرنے سے بچاتا ہے۔ ہمیں بھی اپنے رب کے حضور یہ عملی طلب اور عزم دکھانا ہوگا۔ ہماری بیٹیاں حیا و عفت کا شعار اپنائیں اور نوجوان دین سیکھنے و پھیلانے کے لیے کمربستہ ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ غیب سے مدد کے راستے کھول دے گا، جیسا کہ سورۃ العنکبوت

کے آخر میں وعدہ فرمایا گیا:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ﴾

''اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم لازماً ان کی راہنمائی کریں گے، اپنے راستوں کی طرف۔''

اللہ کی طرف جانے والا صراطِ مستقیم تو ایک ہی ہے، مگر اس راستے پر استقامت دینے، شر سے بچانے اور منزل تک پہنچانے کے اسباب و ذرائع بے شمار ہیں۔ یہ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 13 کا مختصر مفہوم اور اس کی روشنی میں ہماری ذمہ داریوں کا خلاصہ ہے۔

ہمارے کرنے کا کام

اب میں آپ کے سامنے پانچ باتیں رکھنا چاہوں گا۔ تصورِ دین کیا ہے۔ آخر دین ہے کیا؟ عام طور پر ہم انگریزی کا ایک گھسا پٹا جملہ سنتے ہیں جو باہر سے درآمد ہو کر ہمارے ہاں آ گیا ہے، اور اکثر ہمارے حکمرانوں اور لبرل و سیکولر ذہن رکھنے والے لوگوں کی زبان پر رہتا ہے، بلکہ کبھی ہماری زبان پر بھی آ جاتا ہے کہ مذہب آپ کا ذاتی معاملہ ہے (Religion is your private affair)۔ اردو زبان کی اپنی محدودیت ہے جس کی وجہ سے ہم انگریزی کے لفظ ''ریلیجن'' کا ترجمہ عموماً ''مذہب'' کر دیتے ہیں، حالانکہ ''مذہب'' عربی زبان کا لفظ ہے جو ہمارے فقہاء کی آراء اور طریقوں کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ جیسے مذہب شافعی، مذہب حنفی، مذہب حنبلی یا مذہب مالکی۔ مثلاً مذہب شافعی میں رفع یدین کیا جاتا ہے اور ہاتھ سینے پر باندھے جاتے ہیں، جبکہ مذہب حنفی میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جاتے ہیں، یہاں مذہب سے مراد فقہی طریقہ ہے اور تمام ائمہ کرام نے دین ہی پیش کیا ہے۔ چونکہ ''ریلیجن'' انگریزی کا لفظ ہے، اس لیے اس کا معنی جاننے کے لیے آپ آکسفورڈ، ویبسٹر یا کسی بھی انگریزی لغت کو دیکھیں تو وہاں یہی لکھا ملے گا کہ ریلیجن محض عقائد، رسومات اور ذاتی زندگی کی چند ہدایات کا مجموعہ ہے۔ انگریزی لغت کے اعتبار سے یہ تعریف اپنی جگہ درست ہوگی، مگر لفظ ''ریلیجن'' دینِ اسلام کے لیے ہرگز موزوں نہیں، کیونکہ اسلام محض ایک ریلیجن نہیں بلکہ ایک مکمل دین ہے۔ ''دین'' عربی زبان کا لفظ ہے جو قرآن و حدیث میں استعمال ہوا ہے، اس لیے اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے ہم انگریزی لغات کے بجائے عربی لغت اور آیاتِ قرآنی سے رجوع کریں گے۔ جب ہم قرآن کریم میں لفظ ''دین'' کے استعمالات پر غور کرتے ہیں تو ایک مربوط ترتیب کے ساتھ اس کے چار بنیادی مفاہیم سامنے آتے ہیں۔ پہلا معنی ''بدلہ'' ہے؛ عربی محاورے (دِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوْا) (ہم نے انہیں ویسا ہی بدلہ دیا جیسا انہوں نے ہمارے ساتھ کیا) اور سورۃ الفاتحہ کی آیت

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ ''جزاوسزا کے دن کا مالک و مختار ہے۔'' کا یہی مفہوم ہے

دوسرا معنی ''قانون'' ہے؛ قرآن کے حسین ترین قصے یعنی قصۂ یوسف علیہ السلام میں ارشاد ہوا:

﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ﴾ (یوسف: 76) ''آپؑ کے لیے ممکن نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو روکتے بادشاہ کے قانون کے مطابق۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے بورے میں پیالہ رکھنے کی تدبیر سکھائی اور ہمارے ایمان کی حفاظت کے لیے وضاحت فرمائی:

﴿كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ﴾ (یوسف:76)

''اس طرح سے ہم نے تدبیر کی یوسف کے لیے۔''

اس آیت میں بادشاہ کے قانون کو ''دینِ ملک'' کہا گیا جبکہ سورۃ النصر میں اللہ کے نظام کو ''دین اللہ'' قرار دیا گیا۔ تیسرا معنی ''نظام'' ہے؛ سورۃ الانفال میں غزوۂ بدر کے تذکرے کے ضمن میں حکم دیا گیا:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ﴾ (الانفال:39) ''اور (اے مسلمانو!) اُن سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (کفر) باقی نہ رہے اور دین کل کا کل اللہ ہی کا ہو جائے۔''

یہاں بسا اوقات یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن تو کہتا ہے:

﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ﴾ (البقرہ:256)

''دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔''

یہ بالکل سچ ہے، مگر ہر بات کا ایک موقع و محل ہوتا ہے؛ دین قبول کروانے میں کوئی جبر نہیں، لیکن جب کوئی شخص اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لے تو پھر دین کے احکام پر عمل کروانے میں پابندی اور سختی ضرور ہوگی۔ جیسے بچے کو سات سال کی عمر میں نماز کی تلقین کی جاتی ہے اور دس سال کی عمر میں سختی کر کے پابند بنایا جاتا ہے، یا جیسے آپ کی یونیورسٹی میں داخلہ لینا آپ کی اپنی مرضی تھی، مگر داخلہ لینے کے بعد سوا آٹھ بجے کلاس میں حاضری کی پابندی لازمی ہے۔ اسی طرح انفرادی سطح پر اللہ نے انسان کو اختیار دیا ہے کہ چاہے شکر گزار بنے یا ناشکرا، مگر اجتماعی سطح پر اللہ اپنی حاکمیت کے سوا کسی کی حاکمیت تسلیم کرنے کو تیار نہیں، اسی لیے قرآن میں بار بار فرمایا گیا:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ﴾ (یوسف:40)

''اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔''

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ﴾ (الزمر:3)

''آگاہ ہو جاؤ کہ اطاعت خالص اللہ ہی کا حق ہے۔''

یعنی خبردار ہو جاؤ کہ خالص اطاعت صرف اللہ ہی کا حق ہے، اور اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت لازم و ملزوم ہے جبکہ باقی تمام اطاعتیں ان کے تابع ہیں۔

اب ان چاروں مفاہیم کے باہمی ربط کو سمجھ لیجیے: جزاوسزا (بدلہ) ''کسی قانون'' کے مطابق ہوتی ہے، جیسے یونیورسٹی کا قانون ہے کہ ساٹھ فیصد سے کم نمبر والا ناکام اور اس سے زائد والا کامیاب ہے۔ لیکن اگر نہ یونیورسٹی ہو، نہ کلاسز ہوں اور نہ امتحانات، تو محض کاغذ پر لکھا ہوا قانون نافذ نہیں ہو سکتا؛ اس کے نفاذ کے لیے ایک عملی نظام درکار ہوتا ہے، اور ایک وقت میں ایک ہی نظام نافذ العمل ہوتا ہے جس کی ''اطاعت'' کی جا رہی ہو۔ اس اعتبار سے دنیا میں دو ہی نظام اور دو ہی گروہ ہیں: ایک ''حزب اللہ'' (اللہ کا گروہ) اور دوسرا ''حزب الشیطان'' (شیطان کا گروہ)۔ دنیا میں دعوتیں بھی دو ہی ہیں: رحمٰن کی دعوت یا شیطان کی دعوت۔ جہاں اللہ کا نظام نہیں ہوگا وہاں شیطانی نظام ہی کے مختلف روپ ہوں گے، خواہ وہ فرعون کی آمریت ہو یا کوئی ایسی پارلیمنٹ جو اکثریتی ووٹ کے بل بوتے پر خود کو زمین کی سب سے بڑی طاقت سمجھتے ہوئے اللہ کے حرام کردہ شراب، سود اور بے حیائی جیسے کاموں کو حلال قرار دینے لگے۔ خلاصہ یہ کہ یا تو اللہ کا دین غالب ہوگا یا باطل کا نظام چلے گا، یہی اصل تصورِ دین ہے۔ تیسری بات تصورِ اقامتِ دین ہے۔ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو انسان کے باطن کو تکبر، حسد اور حب مال سے پاک کرتا ہے، ظاہر میں عبادات، معاملات، اخلاقیات اور حقوق العباد سکھاتا ہے، اور عائلی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی سمیت ریاستی امور اور غیر مسلموں سے تعلقات تک مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے:

﴿اُدۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً ۪﴾ (البقرہ: 208)
''اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔''

آج عقائد اور احکام کتابوں میں تو موجود ہیں مگر عملی زندگی میں نافذ نہیں ہیں۔ پانچ فرض نمازوں میں سب سے بھاری فجر کی نماز محسوس ہوتی ہے۔ آج کل نوجوانوں کا لختِ جگر اُن کا موبائل فون بن چکا ہے جو ہر وقت سینے سے لگا رہتا ہے، اور رات دو تین بجے تک سوشل میڈیا پر مناظروں اور مباحثوں کا ''جہاد'' کرنے کے بعد یہ مجاہدین تھک کر سو جاتے ہیں اور تہجد تو درکنار فجر کی نماز بھی قضا کر بیٹھتے ہیں، یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ پس اقامتِ دین کا آغاز اپنی ذات، عقائد اور عبادات کی اصلاح سے ہوتا ہے اور اس کی انتہا پورے معاشرے اور ریاست پر دین کے غلبے تک جاتی ہے۔ چوتھی بات ''رسول اللہ ﷺ کا مشن'' ہے۔ قرآن کریم میں تین مقامات (التوبہ:33، الفتح:28، الصف:9) پر رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ان الفاظ میں بیان ہوا:
﴿ھُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ﴾ ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر۔''

قرآن محض پڑھنے، حفظ کرنے یا کانفرنسیں منعقد کرنے کے لیے نازل نہیں ہوا بلکہ وہ اپنا عملی نفاذ چاہتا ہے، ورنہ قرآن میں سخت وعید سنائی گئی کہ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی کافر، ظالم اور فاسق ہیں (المائدہ:44، 45، 47)۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے جب کسی نے کہا کہ یہ آیات تو بنی اسرائیل کے بارے میں ہیں، تو آپؓ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل تمہارے بڑے اچھے چچازاد بھائی ہیں کہ میٹھا میٹھا تمہارے لیے اور کڑوا کڑوا ان کے لیے! جب بنی اسرائیل نے کتابِ الٰہی کو نافذ نہ کیا تو ان پر ذلت و محتاجی مسلط کر دی گئی، اور اگر آج ہم بھی یہی روش اختیار کریں گے تو ہم بھی اسی وعید کے مستحق ہوں گے۔ بقول شاعر ؎

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کتنا حسین فریب ہے جو کھا رہے ہیں ہم

افسوس کہ آج اُمت کٹ مر رہی ہے، پارلیمانوں اور عدالتوں میں شریعت کے خلاف فیصلے ہو رہے ہیں، مگر ہمارے اہلِ علم اپنے اپنے خول میں بند ہو کر فروعی مناظروں اور جزوی اختلافات میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ یاد رکھیے کہ نبی کریم ﷺ نے طائف کی گلیوں میں پتھر کھائے، خانہ کعبہ میں اپنے جسمِ اطہر پر اوجھڑی برداشت کی، غارِ ثور کی سختیاں جھیلیں، احد میں خون بہایا اور پیٹ پر پتھر باندھے، تو اس کا مقصد صرف چند ظاہری رسوم نہیں بلکہ دینِ حق کا غلبہ تھا۔ ہمیں بھی کم تر پر قناعت نہیں کرنی چاہیے بلکہ بہترین اور اعلیٰ ترین ہدف یعنی اقامتِ دین کی جدوجہد کو اپنا مشن بنانا چاہیے۔ پانچویں بات، دل کے کانوں سے سنیے کہ ہم کوئی معمولی لوگ نہیں ہیں؛ آج نبی کریم ﷺ کی اُمت ہونے کے ناطے اللہ نے ہمیں اس عظیم مشن کے لیے چن لیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:
﴿وَ جَاہِدُوۡا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ ؕ ہُوَ اجۡتَبٰىکُمۡ﴾ (الحج:78) ''اور جہاد کرو اللہ کے لیے جیسا کہ اُس کے لیے جہاد کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں چُن لیا ہے''

امام ابن تیمیہؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے یہی سمجھایا ہے کہ ختمِ نبوت کے بعد اب نبی ﷺ کی نیابت میں اللہ کا پیغام پہنچانا اور دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ بقول اقبال ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کے لیے ہمیں پانچ عملی کام کرنے ہوں گے:

اوّل یہ کہ قرآنِ حکیم کو اپنا سب سے اہم نصاب بنائیں، کیونکہ دنیا کے ہر مسلمان کے لیے قیامت تک یہی سب سے بڑا نصاب ہے جو ایمان کو بڑھاتا اور فکر کو بلندی عطا کرتا ہے؛ جب نگاہ کے سامنے اتنا بڑا مشن ہوگا تو چھوٹے چھوٹے فروعی اختلافات بالکل بے وقعت محسوس ہوں گے، بالکل ایسے ہی جیسے کسی کا ہاتھ کٹ جائے تو اُسے انگلی کی معمولی چوٹ یاد نہیں رہتی۔ دوم: یہ کہ اپنا تزکیہ و تربیت کریں، بچوں کی صحبت اختیار کریں اور اللہ کی بندگی کو محض چند لمحوں کے بجائے چوبیس گھنٹے کی زندگی پر محیط کر دیں۔

سوم: یہ کہ فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر پوری اُمت کا درد دل میں بسائیں؛ جو لوگ نماز کے لیے آ رہے ہیں اُن کے چھوٹے موٹے طریقوں پر تنقید کرنے کے بجائے ان لوگوں کی فکر کریں جو نماز ہی نہیں پڑھتے اور جن کے بارے میں قرآن بتاتا ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

چہارم: یہ کہ اپنی بہترین صلاحیتوں اور اعلیٰ تعلیم کو اللہ کے دین کی دعوت و اشاعت کے لیے وقف کریں اور معاش کی فکر سے بے نیاز ہو جائیں، کیونکہ رزق کا ذمہ خود رب کائنات نے اُٹھا رکھا ہے جو پتھر کے اندر کیڑے کو اور سمندر کی گہرائیوں میں دیوہیکل مچھلیوں کو بھی غذا پہنچاتا ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ جو شخص آخرت اور دین کو اپنی اولین ترجیح بنا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا کو ذلیل کر کے اس کے قدموں میں ڈال دیتا ہے۔

پنجم: یہ کہ نفاذِ دین کے لیے اجتماعی جدوجہد کا حصہ بنیں، کیونکہ یہ عظیم کام تنہا نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن کی تعلیم ﴿وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾﴾ (العصر) ''اور اُنہوں نے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔'' کے تحت اہلِ خیر کے ساتھ جڑ کر اور مل جل کر ہی پایۂ تکمیل تک پہنچے گا، اور اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں کہ انسان اس مشن میں شریک ہو جائے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کا مشن تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاصِ نیت اور علمِ نافع عطا فرمائے اور اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ کینیڈا میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بڑے بیٹے، عمر 48 سال، قد 6 فٹ، پیشے کے اعتبار سے کمرشل پائلٹ، کمپیوٹر سائنس میں یونیورسٹی ڈگری، اسلامی اقدار و آداب کے پابند، کے لیے غیر شادی شدہ لڑکی عمر تقریباً 35 تا 40 سال، قدم از کم 5 فٹ 4 انچ، اعلیٰ تعلیم یافتہ، اسلامی اقدار اور خاندانی زندگی کے تقاضوں سے واقف ہو اور کینیڈا منتقل ہونے پر آمادہ ہو کا رشتہ درکار ہے۔

☆ چھوٹا بیٹا، عمر تقریباً 41 سال، قد 6 فٹ، کینیڈا میں پیدائش، یونیورسٹی تعلیم یافتہ، شعبۂ تعلیم سے وابستہ اور غیر شادی شدہ۔ اسلامی اقدار اور دینی و اخلاقی آداب کے پابند ہیں کے لیے غیر شادی شدہ لڑکی عمر تقریباً 30 تا 35 سال، قدم از کم 5 فٹ 4 انچ، خاندانی زندگی کو ترجیح دینے والی اور اسلامی تعلیمات و اقدار سے واقف ہو۔

برائے رابطہ: 0322-4457479
mkoneworld@gmail.com

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

حقیقتِ نفاق (2)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

نفاق کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

نفاق (منافقت) کا لفظ نفق اور نافقاء سے بنا ہے۔ نفق کا مطلب سُرنگ ہے' یعنی زمین دوز راستہ جس کے دو منہ ہوتے ہیں۔ دوسرا عربی کا لفظ نافقاء ہے' جس کا مطلب گوہ کا بل ہے۔ گوہ ایک جانور ہے جس کا عرب شکار کیا کرتے ہیں۔ وہ زمین کے اندر اپنا گھر ایسے بناتا ہے کہ اس کے دو راستے ہوتے ہیں۔ اگر شکاری کتا ایک طرف سے آئے تو وہ دوسری طرف سے نکل جاتا ہے اور اس طرح اپنا تحفظ کر لیتا ہے۔ یہ نفاق کی اصل حقیقت ہے جو ان دونوں الفاظ سے سامنے آ رہی ہے' یعنی دوغلا پن۔ کسی محفل میں جا کر ان کی خوشامد اور دوسروں کی مخالفت' اور دوسروں کی محفل میں جا کر ان کی خوشامد اور پہلوں کی مخالفت ظاہر کرنا۔ سورۃ البقرہ کی آیت 14 میں اس کیفیت کا نقشہ یوں کھینچا گیا:

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝﴾

"اور وہ جب بھی ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں' لیکن جب یہ تنہائی میں ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کی طرف تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تو آپ کے ساتھ ہیں' ہم تو بس مذاق کرنے والے ہی ہیں۔"

اس طرزِ عمل کی اصل وجہ اپنی حفاظت اور بچاؤ ہے۔ ایک رویہ تو یہ ہوتا ہے کہ جو نظریہ بھی قبول کیا تو اب ہر حال میں اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ دوسرا رویہ یہ ہے کہ انسان ایک راستہ پر چلنا تو چاہے لیکن دامن بچا بچا کر کہ مجھے کوئی نقصان نہ ہو۔ علامہ اقبال کا بہت پیارا شعر ہے:

تُو بچا بچا کے نہ رکھ اسے' ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں!

دینی تقاضوں کے سامنے آ جانے کے بعد بھی اگر انسان جان بچانے اور مال بچانے کا رویہ اختیار کیے رہے تو یہ ایک خطرناک کیفیت ہے۔ حقیقی ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جان اور مال کھپا دیا جائے' لیکن انسان کو جان بھی پیاری اور مال بھی محبوب۔ انسان عموماً دین کے لیے جان' مال نہیں لگانا چاہتا۔ وہ جان کو مال کمانے کے لیے ہی خرچ کر رہا ہوتا ہے۔ مال کماتے کماتے اس کی کیفیت یہ ہوتی جاتی ہے:

﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝﴾

"تمہیں غافل کیے رکھا ہے بہتات کی طلب نے! یہاں تک کہ تم قبروں کو پہنچ جاتے ہو۔"

اگر اللہ کے دین کے لیے مال لگائے تو دنیاوی لحاظ سے مال بھی گیا' اور اگر جان لگائے تو اسی وقت کو مال حاصل کرنے کے لیے لگا سکتا تھا' لہٰذا یہ بھی دُنیاوی طور پر نقصان کی صورت ہے۔ سو نفاق کی اصل حقیقت یہی ہے کہ اپنے مال اور اپنی جان کا تحفظ' اُسے بچا بچا کر رکھا جائے۔ یہی دراصل نفاق کی اصل جڑ اور رُوح ہے' کیونکہ قرآن کریم میں بندۂ مؤمن سے مطلوب ہے کہ اپنا مال اور جان اللہ کی راہ میں لگائے۔

نفاق کی اقسام

علماء کرام نے نفاق کی دو اقسام بتائی ہیں:

(1) عقیدے کا نفاق (2) عمل کا نفاق

نفاق کی بیماری کو قرآن و حدیث کی روشنی میں اس طرح سمجھنا زیادہ آسان ہے:

(1) ارادی نفاق/شعوری نفاق (جان بوجھ کر نفاق اختیار کرنا)

(2) غیر ارادی نفاق/غیر شعوری نفاق (جس میں انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ نفاق کا آغاز ہو گیا)

(1) ارادی/شعوری نفاق:

(i) مثال کے طور پر اگر کوئی یہودی جاسوس بن کر عرب میں آتا ہے۔ جیسے وہ یہودی جو رسول اللہ ﷺ کے جسدِ اطہر کو نکالنے آئے تھے' وہ دراصل ارادی منافق تھے۔ وہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ بظاہر اولیاء اللہ بنے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نورالدین زنگیؒ کے خواب میں آئے اور کہا کہ دو کتے مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ یہ خواب ان کو جب تین دن تک نظر آیا تو انہوں نے مدینہ کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر تمام لوگوں کی کھانے کی دعوت کی۔ دعوت میں ہر آنے والے آدمی سے وہ خود ملے۔ ان کو خواب میں ان دو آدمیوں کی شکلیں دکھا دی گئی تھیں۔ جب مدینہ کے سب لوگ دعوت میں آ گئے تو پوچھا: "اب کوئی رہ تو نہیں گیا؟" اُن دونوں نے اپنی عبادت' زہد اور نیکی کا ایسا رعب ڈالا ہوا تھا کہ نورالدین زنگیؒ کو بتایا گیا کہ دو اللہ والے ہیں جو بس عبادت میں مصروف رہتے ہیں' کہیں آتے جاتے نہیں۔ چنانچہ نورالدین زنگیؒ نے جا کر ان کے گھر کی تلاشی لی تو ان کے مصلّے کے نیچے سے اس سرنگ کا راستہ نظر آیا جس سے وہ نبی مکرم ﷺ کے روضۂ مبارک کی دیوار کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اب یہ دیکھیں کہ ان کو کتنا وقت لگا ہوگا اپنے آپ کو مسلمانوں کے درمیان رہ کر اس تاثر کو پیدا کرنے کے لیے کہ نہ صرف اُن کو مسلمان سمجھا جا رہا تھا بلکہ ولی اللہ سمجھا گیا۔ چنانچہ یہ منافق بلکہ ارادی منافق تھے۔ ان کو پتہ تھا کہ ہم تو ایک دن کے لیے بھی ایمان نہیں لائے بلکہ صرف مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے مسلمان ہونے کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ دراصل ایسے لوگ شعوری طور پر اسلام اور اہل ایمان کے دشمن ہوتے ہیں لیکن ظاہر میں قانونی طور پر مسلمان بنے ہوتے ہیں۔ یہ ارادی منافقت ہے۔

(ii) اسی طرح آج اگر ہندوستان کا کوئی ہندو یا سکھ جاسوس بن کر پاکستان آئے۔ بظاہر اس کا حلیہ مسلمانوں جیسا ہو' نماز اور قرآن پڑھنے کا اہتمام کرتا ہو اور کسی سرحدی گاؤں کی مسجد میں مولوی بن کر بیٹھ جائے تو پہچاننا آسان نہیں ہوگا۔ بہرحال ایسا شخص بھی ارادی منافق کہلائے گا۔

(iii) اس کی ایک مثال کا ذکر قرآن حکیم میں بھی آیا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے دور کی ہے۔ یہود اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اُنہوں نے جب یہ دیکھا کہ اسلام' حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی تو بڑی ساکھ بنتی جا رہی ہے' کیوں کہ جو ایک بار کلمہ پڑھ لے چاہے اُس پر جتنا بھی تشدد کر لیا جائے' لیکن وہ واپس نہیں پلٹتا۔ اس ساکھ کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے یہ تدبیر کی کہ صبح کے وقت یہ ظاہر کر دیا جائے کہ ہم ایمان لے آئے لیکن شام کو مرتد ہونے کا اعلان کر دیا جائے۔ اس طرح لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ ان عالم لوگوں نے پورا دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزارا تو وہاں پر کوئی خرابی دیکھی ہوگی تبھی تو اسلام لا کر بھی ہٹ گئے۔ عوام

کے اندر شک کی کیفیت پیدا ہوگی اور اسلام کی یہ ساکھ ختم ہو جائے گی کہ جو ایک بار ایمان لے آئے وہ واپس نہیں پلٹتا۔ سورۂ آل عمران میں ان کی اس سازش کا ذکر اس طرح کیا گیا:

﴿وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾

''اور کہا (طے کیا) اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہ ایمان لاؤ اس کلام پر جو کہ نازل کیا گیا ہے، اُن لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں دن کے ابتدائی حصہ میں اور اس کا انکار کرو دن کے آخری حصہ میں' شاید کہ وہ بھی لوٹ جائیں۔''

دیکھنے والوں کو تو وہ لوگ چند گھنٹوں کے لیے اہل ایمان نظر آئے لیکن انہوں نے تو ایمان کی لذت چکھی ہی نہیں۔ وہ تو کفر کی حالت میں آئے' کفر ہی میں رہے اور کفر ہی میں چلے گئے۔ ایک خاص وقت کے لیے قانوناً مسلمان تو تھے لیکن اُن کو معلوم تھا کہ وہ مسلمان نہیں' محض فریب دینے کے لیے لبادہ اوڑھا تھا۔

چنانچہ یہ شعوری نفاق کی تین مثالیں سامنے آگئی ہیں۔ ایک حضور ﷺ کے زمانے کی' ایک نورالدین زنگی رحمہ اللہ کے زمانہ کی اور ایک آج کے دور کی۔ بہر حال اس نفاق کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

(2) غیر شعوری/غیر ارادی نفاق:

یہ وہ نفاق ہے جس کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے پتہ بھی نہ چلے اور میرے ایمان کی دولت پر ڈاکا پڑ جائے۔ لہٰذا ہمیں جس نفاق کو پہچاننا اور سمجھنا ہے وہ یہ غیر ارادی و غیر شعوری نفاق ہے۔ قرآن حکیم میں بھی اکثر و بیشتر اسی نفاق کا ذکر آیا ہے۔

نفاق کی اس قسم کو سمجھنے کے لیے اس پہلو پر غور کرنا ضروری ہے کہ تمام لوگ قوتِ ارادی کے اعتبار سے برابر نہیں ہوتے۔ جیسے کوئی جسمانی لحاظ سے قوی ہے کوئی کمزور' اسی طرح دماغی طور پر کوئی زیادہ ذہین اور کوئی کم ذہین ہوتا ہے۔ پھر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دین اسلام ایک انقلابی دعوت ہے۔ دین کے تقاضوں پر شعوری طور پر عمل کرنے کے لیے مصائب اور مشکلات ضرور آتی ہیں۔ سود سمیت ہر حرام کام کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ پھر دین کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اُسے پھیلایا جائے اور غالب کیا جائے۔ اس کے لیے اللہ کی راہ میں مال اور جان خرچ کرنے کا مطالبہ آتا ہے۔ چنانچہ کچھ تو قوی ہمت لوگ ہوتے ہیں جو اتنی مضبوط قوتِ ارادی کے ساتھ ایمان لاتے ہیں کہ ہر حال میں دین کے احکامات پر مضبوطی سے ڈٹ جاتے ہیں۔ چاہے لوگ کچھ بھی کہیں' طنز کریں یا مذاق اُڑائیں' اُنہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب فیصلہ کر لیا تو خواہ تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں یا شدید ایذائیں سہنا پڑیں' ہر چہ باد باد! یہ مؤمن صادق کی کیفیت ہوتی ہے کہ وہ شعوری فیصلہ کر لیتا ہے کہ:

﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانعام)

''بے شک میری نماز اور میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا اُس اللہ کے لیے ہے جو کہ تمام جہانوں کا رب ہے۔''

مؤمن صادق کی یہی کیفیت سورۃ التوبہ میں بھی بیان کی گئی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾

''یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں اہل ایمان سے اُن کی جانیں بھی اور اُن کے مال بھی اس قیمت پر کہ اُن کے لیے جنت ہے۔ وہ جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں' پھر قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔ یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہے سچا' تورات' انجیل اور قرآن میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو وفا کرنے والا کون ہے؟ پس خوشیاں مناؤ اپنی اس بیع پر جس کا سودا تم نے اُس کے ساتھ کیا ہے۔ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔''

اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ماننے والا ہے تو ایمان کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اللہ کا دین قائم کرنے کی جدوجہد کرے' چاہے کتنی ہی قربانیاں دینا پڑیں۔ ایسا فیصلہ کرنے والے لوگ ہی انقلاب برپا کر سکتے ہیں ورنہ اسلام کا نظام قائم نہیں ہو سکتا۔ لاکھ ہم اسلام کو پسند کر لیں لیکن جب تک ''ہر چہ باد باد'' کی شان کے ساتھ میدان میں نہیں اتریں گے' اُس وقت تک اسلام غالب نہیں ہو سکتا۔ ایسے مردانِ کار مطلوب ہیں کہ جو فیصلہ کیا' اس پر ڈٹ گئے۔ انسانوں میں کمزور ہمت لوگ بھی ہوتے ہیں جو کسی عادت کو چھوڑنا چاہیں لیکن چھوڑ نہیں پا رہے ہوتے' کسی کام کے کرنے کی خواہش و ارادہ رکھتے ہیں لیکن عین وقت پر قوتِ ارادی ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور لاکھ خواہش کے باوجود وہ کام نہیں ہو پاتا۔ ایک شخص دیانت داری سے اسلام قبول کرتا ہے' اس کے تقاضے بھی پورے کرنا چاہتا ہے کہ سچا مومن بن جائے لیکن ہو سکتا ہے کہ دین کے مشکل احکامات اُسے آزمائش لگ رہے ہوں۔ حقیقی مؤمن کی تعریف سورۃ الحجرات میں یوں بتائی گئی:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾

''مومن تو بس وہ ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر پھر شک میں نہ پڑے اور انہوں نے جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے۔ یہی ہیں جو (اپنے دعوائے ایمان میں) سچے ہیں۔''

سو ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ ایمان والے اللہ کے راستہ میں اپنی جان و مال ضرور کھپاتے ہیں۔

ضعف ایمان یہ ہے کہ جب دین کے مشکل مطالبات سامنے آتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو یا انفاق کرو تو اُس وقت جان و مال زیادہ عزیز ہو جاتا ہے۔ اب وہ ایک گومگو کی حالت میں گرفتار ہو جاتا ہے' سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ آگے بڑھوں یا نہ بڑھوں! یہ تذبذب کی کیفیت ہے جس کو سورۃ النساء کی آیت 143 میں یوں بیان کیا گیا:

﴿لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ﴾

''نہ تو وہ ان کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں۔''

ایسی صورت حال میں ضعیف الایمان شخص تو اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتا ہے کہ اُس وقت قوتِ ارادی کمزور پڑ گئی تھی' ایمان پر نفس غالب ہو گیا تھا اور دین پر دنیا غالب آ گئی تھی۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے اور آئندہ کے لیے دین کے تقاضے سامنے آنے پر ثابت قدم رہنے کا وعدہ کر لیتا ہے۔ جب تک اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا جائے' اپنی تقصیر پر معافی طلب کی جائے' اپنی کوتاہی کو مانا جائے تو یہ کیفیت ایمان کی کمزوری کہلائے گی۔ البتہ اگر ماننے کے بجائے جھوٹے بہانے بنانا شروع کر دیئے تو یہاں سے نفاق کی سرحد کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جس طرح TB کی بیماری کی تین stages ہوتی ہیں اور آخری مرحلہ پر آ کر یہ بیماری عموماً لاعلاج ہو جاتی ہے' بالکل یہی حال نفاق کی بیماری کا بھی ہے۔

نفاق کی پہلی سٹیج

کئی مرتبہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے بعد آدمی

کا نفس اُسے آمادہ کرتا ہے کہ کیوں اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے ذلیل کرواتے ہو۔ جھوٹ بول دو کہ میری تو پوری آمادگی تھی مگر عین وقت پر یہ عذر ہو گیا' یہ رکاوٹ آ گئی' یہ مجبوری تھی' فلاں بیماری ہو گئی۔ اس صورت میں عزتِ نفس تو بچ جائے گی لیکن یہاں سے جھوٹ کا آغاز ہو گیا۔ گویا اب ضعفِ ایمان نہیں رہا بلکہ نفاق شروع ہو گیا ہے (جیسا کہ آغاز میں حدیثِ مبارک میں منافق کی پہلی نشانی جھوٹ ہی بتائی گئی تھی)۔

نفاق کی دوسری سٹیج

جب کئی مرتبہ کوئی نہ کوئی عذر پیش کیا جائے تو لوگوں کی نگاہوں میں اعتبار کم ہوتا جاتا ہے۔ ظاہر ہونے لگتا ہے کہ ان کے ساتھ ہی ہر دفعہ کوئی نہ کوئی عذر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اب ایسا شخص جھوٹے بہانوں کے بجائے جھوٹی قسموں کا سہارا لیتا ہے۔ خدا کو گواہ بنا کر لوگوں کو طرح طرح کے بہانے زوردار انداز میں پیش کرے گا۔ اب یہ مرض دوسری سٹیج میں داخل ہو گیا۔ ان دونوں سٹیجوں میں ابھی شفا کا امکان ہے کہ انسان اگر چاہے تو اپنے رویے کی اصلاح کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے کہ سورۃ البقرہ کے دوسرے رکوع کے آغاز میں نفاق کا ذکر آیا ہے مگر کسی کا نام نہیں لیا گیا۔

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ دھوکا دینا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو' اور وہ دھوکا نہیں دیتے سوائے اپنی جانوں کو اور وہ نہیں سمجھتے۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا' اس کی وجہ سے جو وہ جھوٹ بولتے تھے ان کے لیے دردناک عذاب سزا ہے۔'' (آیات: 8 تا 10)

دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اگر آپ ہدایت کی طرف آئیں گے تو اللہ آپ کی ہدایت میں اضافہ کرے گا۔ ایک نیکی کریں گے' دس نیکیوں کی مزید توفیق ملے گی لیکن اگر غلط راستے کی طرف جائیں گے تو اللہ آپ کے لیے اُس راستے کو بھی کھول دے گا۔ ایک برا کام کریں گے' دس برائیوں کا راستہ مزید کھلتا جائے گا۔ اسی طرح نفاق کا راستہ اختیار کریں گے تو وہ آپ کے لیے اس راستے کو کھول دے گا۔ یہ ہے وہ مرض جو ان کے دلوں میں ہے۔ اللہ نے یہ روگ بڑھا دیا ہے۔ اس طرح نفاق کی اہم ترین علامت جھوٹ کو ان آیات میں واضح کیا گیا ہے۔

سورۃ البقرۃ میں منافق کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ صرف علامات واضح کرتے ہوئے خبردار کیا جا رہا ہے کہ اپنا محاسبہ کر لو۔ اگر تمہارے اندر یہ علامات موجود ہیں تو اپنی اصلاح کر لو۔ سورۃ البقرۃ کے بعد سورۃ المنافقون نازل ہوئی ہے تو اُس کے آغاز میں باقاعدہ منافقین کا لفظ آیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ﴾

''(اے نبی ﷺ!) جب یہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔''

گواہی اور قسم دراصل ایک ہی چیز ہے۔ منافقین کے اس بیان پر اللہ تعالیٰ نے زبردست تبصرہ فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝﴾

''ہاں اللہ جانتا ہے کہ آپ یقیناً اس کے رسول ہیں۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں۔''

دراصل ان منافقوں کا قول تو سچا تھا کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سچ بول رہے ہیں مگر اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں کیونکہ صرف زبان سے یہ اقرار کر رہے ہیں' ان کے دل اور عمل اس کی گواہی نہیں دیتے۔ گویا ان کی بات جھوٹ نہیں ہے' سچ ہے لیکن بولنے والا جھوٹا ہے۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور اس طرح یہ لوگ اللہ کے راستے سے خود رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ تم اُحد میں کیوں نہیں پہنچے' اپنی ذمہ داری کیوں نہیں پوری کی تو پہلے تو باتیں بناتے ہیں اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ مان نہیں رہے تو فوراً اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اب کوئی شریف آدمی کیسے جھٹلا سکے گا جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ تو اشرف الناس ہیں' سو آپؐ خاموشی اختیار کر لیتے۔ یہ بات نہیں تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ ان کو جانتے نہیں تھے' آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں مگر آپ ظاہر نہیں کرتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی شرافت و نرمی تھی۔ چنانچہ اُن منافقین نے اللہ کے راستے سے رکنے کے لیے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا تھا۔

(جاری ہے)

داعی رجوع الی القرآن بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

کے دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

کی شہرۂ آفاق پزیرائی اور مقبولیت کے بعد اب پیش ہے:

مختصر بیان القرآن

ترجمہ مع منتخب حواشی

نئی ہوم لائبریری کے ساتھ

دیدہ زیب ٹائٹل ❁ مضبوط جلد ❁ 1248 صفحات

ڈیلکس ایڈیشن: ~~4500~~ کے بجائے 2200 روپے

سٹینڈرڈ ایڈیشن: ~~2500~~ کے بجائے 1500 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

maktaba@tanzeem.org 0301-1115348

اللہ تعالیٰ نے انسان کو روح، فطرت، وجدان، شعور، خودی اور جذبات جیسی ایسی انمول صلاحیتیں عطا کی ہیں جو مصنوعی ذہانت کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتیں: جنرل (ر) شاہد عزیز

AI کو محض اپنا معاون سمجھیں، اسے استاد، مفتی یا مجتہد کا درجہ ہرگز نہ دیں، بلکہ اس کی ہر بات کو محض ایک رائے سمجھ کر اس کی اصل جڑ اور ماخذ کو پرکھیں: فضلِ باسط

کسی کے کردار، شرعی مسئلے، طبی علاج یا قانونی معاملات میں AI کے جوابات پر ہرگز بھروسا نہ کیا جائے: ڈاکٹر اسرار علی

AI کو بنانے والے بہت سے ماہرین بھی اس خدشے کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ نظام انسانی کنٹرول سے نکل گیا تو براہِ راست انسانی مفادات سے ٹکرائے گا: ذیشان محمود

''مصنوعی ذہانت: توقعات، خدشات اور حل (آخری حصہ)''

میزبان: آصف حمید

سوال: جدید جنگوں میں بھی اب مصنوعی ذہانت (AI) کا بھرپور استعمال ہو رہا ہے۔ حالیہ ایران، امریکہ اور اسرائیل کشیدگی میں بھی عسکری معاملات کے لیے پہلے 'اشتھرو پک' اور اب ''اوپن AI'' کے ماڈلز استعمال کیے جانے کی خبریں سامنے آئی ہیں۔ یوں AI اب باقاعدہ ایک جنگی ہتھیار بن چکی ہے۔ عسکری میدان میں اس کا یہ استعمال کس نوعیت کا ہے؟

ذیشان محمود: بالکل، دفاعی شعبے میں بھی مصنوعی ذہانت کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اس کا بنیادی استعمال نگرانی، انٹیلی جنس اور ڈیٹا کے تجزیے میں ہوتا ہے۔ سیٹلائٹس اور دیگر ذرائع سے بے شمار تصاویر اور معلومات اکٹھی کی جاتی ہیں اور جن معاملات کا تجزیہ پہلے انسان یا روایتی کمپیوٹر کرتے تھے، اب AI اُن کا تجزیہ کر کے مصنوعی ذہانت سے فیصلے کرتی ہے۔ یہ نظام خطرات کی شناخت کرتا ہے، رسد اور سامان کی نقل و حرکت کو سمجھتا ہے، اور دشمن کی دفاعی منصوبہ بندی کا سراغ لگاتا ہے۔ تاہم دفاعی معاملات میں AI کے خطرات کہیں زیادہ سنگین ہیں۔ جس تیز رفتاری سے AI ترقی کر رہی ہے، اس رفتار سے قانونی، اخلاقی اور حفاظتی ضوابط وضع نہیں کیے جا رہے۔ خود اس ٹیکنالوجی کو بنانے والے بہت سے ماہرین بھی اس خدشے کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر یہ نظام انسانی کنٹرول سے نکل گیا تو براہِ راست انسانی مفادات سے ٹکرائے گا۔ یہی خطرہ جنگ اور عسکری کارروائیوں میں اُس وقت اور بڑھ جاتا ہے جب AI کسی ہدف کو طے کر کے نشاندہی کرے کہ اب فائر کرنا ہے؛ اس صورت میں اگر AI کی جانب سے غلطی یا ہیلوسینیشن (غلط یا بے بنیاد نتیجہ اخذ کرنے) کا امکان شامل ہو جائے، تو اس کے نتیجے میں کئی بے گناہ اور معصوم جانیں ضائع ہو سکتی ہیں۔ یوں یہ عمل بین الاقوامی جنگی قوانین اور انسانی جان کی حرمت کے اُن اصولوں کو خود پامال کرتا ہے جن کی بات کی جاتی ہے، کیونکہ AI میں مکمل درستگی ممکن نہیں اور خطرات بدستور موجود رہتے ہیں۔ اس لیے ناگزیر ہے کہ عالمی سطح پر اس حوالے سے باقاعدہ منصوبہ بندی اور قانون سازی کی جائے کہ انسانی جانوں سے جڑے معاملات میں AI کا استعمال کہاں ہونا چاہیے اور کہاں نہیں۔

سوال: چونکہ مصنوعی ذہانت اب زندگی اور کاروبار کے ہر شعبے میں سرایت کر چکی ہے، تو اگر کوئی فرد یا ادارہ اس پر

مرتب: محمد رفیق چودھری

حد سے زیادہ انحصار کرنے لگے تو اُس کی شخصیت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور وہ کمپنی آخرکار کس چیز میں بدل جاتی ہے؟

فضلِ باسط: اس کا جو سب سے بنیادی اور نمایاں اثر سمجھ آتا ہے، وہ یہ ہے کہ اس سے ہمارے سوچنے، دلیل قائم کرنے اور مسائل کو خود حل کرنے کی صلاحیت کمزور پڑ رہی ہے۔ اب جب بھی کوئی مسئلہ سامنے آتا ہے تو فوراً ذہن میں یہی خیال آتا ہے کہ اسے AI سے حل کروا لیا جائے، جبکہ آج سے بیس تیس سال پہلے ایسا نہیں تھا۔ میں اکثر اپنے یونیورسٹی کے طلبہ کو ایک سادہ سی مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک زمانہ تھا جب لوگ پوری پوری کتاب، حتیٰ کہ چار پانچ گھنٹوں میں پورا ناول ختم کر دیا کرتے تھے اور آج حال یہ ہے کہ کتاب کے صرف دو صفحے بھی نک کر نہیں پڑھے جاتے۔ چار سطریں پڑھتے ہی بے چینی شروع ہو جاتی ہے کہ اب کچھ اور کیا جائے۔ یہ مسئلہ اب عام ہو رہا ہے اور ہماری ذہنی صلاحیتوں کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر ہمارے دماغ میں ایک خاص صلاحیت رکھی ہے، لیکن جب آپ اسی دماغ میں حد سے زیادہ چیزیں ٹھونستے ہیں مثلاً رات کو سونے سے پہلے ایک ایک منٹ کی شارٹ کلپس جلدی جلدی دیکھتے ہیں تو یاد رکھیں کہ دماغ تو وہی ہے جو پچاس یا دو سو سال پہلے لوگوں کا تھا، وہی آج میرا اور آپ کا ہے۔ نتیجتاً یادداشت کے مسائل عام ہو رہے ہیں، مطالعے کی عادت ختم ہوتی جا رہی ہے اور تحریری و تخلیقی صلاحیت متاثر ہو رہی ہے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ غلط معلومات کو درست سمجھ لینے اور اپنی رائے بنانے کے بجائے AI کی رائے کو حتمی سمجھ کر ماننے کا رجحان بڑھ رہا ہے، جیسے اس کی بات کو حرفِ آخر مان لیا جائے۔ اس کے ساتھ ایک نفسیاتی اور شخصی مسئلہ بھی جنم لے رہا ہے، اور وہ ہے خود اعتمادی کی کمی۔

اب ہر فیصلے میں ہم مشین یا کسی دوسرے کے محتاج ہوتے جا رہے ہیں۔ مزید یہ کہ ٹیکنالوجی کی دنیا کے بڑے ناموں کو دیکھیں تو اُن میں سے بہت سے لوگ معاشرتی طور پر تنہا اور اپنی ہی دنیا میں رہنے والے ہیں، جو عوامی میل جول کو اتنا پسند نہیں کرتے۔ اس سے معاشرتی تنہائی بھی بڑھ رہی ہے، اور ہم انسانوں کے بجائے مشینوں سے باتیں کر کے اُن سے ایک جذباتی وابستگی جوڑ بیٹھے ہیں۔ ان سب اثرات میں جو بات سب سے زیادہ عام اور بنیادی ہے، وہ سستی ہے۔ یعنی محنت سے جی چرانا اور شارٹ کٹس تلاش کرنا۔ خاص طور پر ہماری یونیورسٹیوں میں اب یہ منظر عام ہے کہ طلبہ اصل علم حاصل کرنے کے بجائے بس اس فکر میں رہتے ہیں کہ جو اسائنمنٹ یا پراجیکٹ ملا ہے، اُسے کسی نہ کسی طرح جلدی سے کہیں سے ڈھونڈ کر، کٹ پیسٹ کر کے اور چند چیزیں شامل کر کے جمع کرا دیا جائے۔ ذرا سوچئے کہ اس عادت کے ساتھ جب کوئی طالب علم یونیورسٹی سے نکلے گا تو اُس کی اپنی ذہنی

صلاحیت کیا ہوگی؟ خدانخواستہ اگر کبھی یہ سہولتیں میسر نہ رہیں تو اس کا پورا مائنڈ سیٹ درہم برہم ہو جائے گا۔ البتہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ AI کا کوئی مثبت پہلو نہیں ہے، یا اس کا استعمال سرے سے ضروری نہیں۔ اگر اس کا درست اور شعوری استعمال کیا جائے تو AI کے ذریعے سیکھنے کے عمل اور اپنی تنقیدی و تخلیقی صلاحیت کو بہتر بھی بنایا جا سکتا ہے۔ مثلاً اس سے ابتدائی درجے کے سوالات پوچھے جائیں یا ایسے نکات لیے جائیں جن کی طرف ہمارا دھیان نہ گیا ہو، تاکہ وہ ہماری سوچ میں معاونت فراہم کر سکے۔ یہ اس کے مثبت پہلو ہیں، لیکن بہرحال فیصلہ انسان نے خود کرنا ہے کہ وہ اس پر کتنا منحصر ہو چکا ہے اور اُس نے اس کی شخصیت پر کتنا اثر ڈالا ہے! اس حوالے سے اپنا جائزہ لینا بہرحال ہم سب کے لیے ضروری ہے۔

سوال: آج کل جعلی اور ڈیپ فیک ویڈیوز سمیت AI سے تیار کردہ تصاویر اور کلپس اس قدر عام ہو چکے ہیں، اور ان میں حقیقی رنگ اس حد تک آ گیا ہے کہ اب اصل اور نقل میں بہت ہی معمولی فرق رہ گیا ہے۔ ایسے حالات میں حقیقت اور AI مواد کے درمیان امتیاز اور تمیز کیسے کی جائے؟

ڈاکٹر اسرار علی: اس حوالے سے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 6 یاد آتی ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا﴾

"اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی بڑی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو"

آج AI سے تیار کردہ ڈیپ فیک ویڈیوز اور جعلی آوازوں کے دور میں ہمیں AI مواد کو بھی اسی فاسق کے دائرے میں رکھنا ہوگا، کیونکہ محض ظاہری شکل دیکھ کر اصل سمجھ لینا دھوکے کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کی تصدیق کے لیے سب سے پہلے بنیادی سورس، اکاؤنٹ، ویب سائٹ، تاریخ اور سیاق و سباق کو پرکھا جائے کہ کہیں پرانی ویڈیو نئے واقعے کے طور پر تو نہیں چلائی جا رہی، اور ریورس امیج سرچ کے ذریعے تصویر کی اصل جڑ تک پہنچا جائے۔ اگر تحریر ہو تو اس میں بار بار دہرائی جانے والی باتوں اور گھسے پٹے الفاظ کے استعمال سے اندازہ ہو سکتا ہے، جبکہ کلون شدہ آوازوں خصوصاً اردو میں بھی مصنوعی پن محسوس ہو جاتا ہے۔ تصاویر اور ویڈیوز میں ابھی تک انگلیوں، کانوں یا آنکھوں کی غیر فطری تعداد، بگڑے ہوئے لوگو اور عجیب جیومیٹری جیسے نقائص پکڑے جا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ AI ڈیٹیکشن ٹولز سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔ عملی طور پر اس کی سب سے بڑی احتیاط یہ ہے کہ اگر کسی جاننے والے یا رفیق کی طرف سے پیسوں کے مطالبے جیسا واٹس میسج آئے تو فوراً یقین کرنے کے بجائے براہِ راست رابطہ کر کے اس کی تصدیق ضرور کی جائے۔

سوال: آپ کسی تحریکی کارکن کو کیا مشورہ دیتے ہیں کہ وہ مصنوعی ذہانت (AI) سے مدد لے کر اپنی دعوتی، علمی اور فکری استعداد کو کس طرح نکھار اور بہتر بنا سکتا ہے؟

حمزہ شاہد: جب سوشل میڈیا کی آمد ہوئی تھی، تب بھی ہم نے رفقاء کے سامنے اس کے استعمال کی احتیاطیں رکھی تھیں، مگر ساتھ ہی یہ تلقین بھی کی تھی کہ اسے ایک دعوتی وسیلے کے طور پر ضرور استعمال کریں۔ اسی طرح ہمارے پیشِ نظر اپنے تربیتی اہداف، فکری پختگی اور علم میں اضافے جیسے بنیادی تقاضے بھی ہیں۔ اس حوالے سے سب سے بڑا اصول جسے ہمیں پیشِ نظر رکھنا چاہیے اور جس پر تمام رفقاء کی تربیت کرنی چاہیے، وہ یہ ہے کہ ہم طے کریں کہ AI کو کن کاموں میں استعمال کرنا ہے اور کن میں نہیں، نیز اس کا استعمال کس حد تک رکھنا ہے اور اپنے ذہن کو کتنا بروئے کار لانا ہے۔ جب تک AI محض ہمارے اسسٹنٹ کے طور پر کام کرے، تب تک تو شاید ہم کسی حد تک محفوظ رہیں؛ مگر جس لمحے ہم اسے اپنا گائیڈ یا رہنما بنا بیٹھیں گے، اُسی وقت سے اصل مسائل جنم لیں گے۔ فکری و دعوتی میدان میں اس سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ہمیں چند بنیادی باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا ہوگا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم خود علم حاصل کرنے کی استعداد پیدا کریں۔ بہرحال، بنیادی اعتماد رجال پر ہونا چاہیے اور AI سے محض معاونت لی جائے۔ مثال کے طور پر، ہمارے تنظیمی نصاب کی جو کتابیں ہیں، اگر ہمیں کبھی اُن کا خلاصہ یا لبِ لباب درکار ہو، تو اس سے پہلے ہمارا ان کتابوں کا ذاتی مطالعہ ہونا ضروری ہے؛ تاکہ جب ہم AI سے مدد لیں تو ہمیں اندازہ ہو کہ وہ درست بات کہہ رہی ہے یا محض تُکّے لگا رہی ہے۔ یوں خود ہمارا ابتدائی مطالعہ ناگزیر ہے۔

اسی طرح ہمیں اپنے دینی علم میں اضافہ کرنا چاہیے اور مستند ذرائع یعنی سب سے پہلے اہلِ علم سے قرآن و سنت اور حدیث کا علم، اور معتبر کتابوں سے استفادہ کرنا چاہیے۔ جب یہ بنیاد مضبوط ہوگی تو AI سے معاونت لیتے وقت ہم باآسانی پرکھ سکیں گے کہ کون سی بات سچ ہے اور کون سی غلط۔ اس کے علاوہ اب یہ سہولت بھی میسر ہے کہ ہم AI کو مخصوص دائرے میں رکھ کر کام لیں۔ مثلاً جب بھی کسی پریزنٹیشن پر کام کرنا ہو، تو اُسے پابند کیا جا سکتا ہے کہ وہ صرف فلاں مکتبہ کی موجودہ کتابوں سے مواد لے اور ساتھ ہی اُس کا مکمل حوالہ بھی دے، جسے بعد میں باقاعدہ جانچا بھی جا سکے۔ غرض یہ کہ فکری معاونت کے لیے ایسی مضبوط احتیاطی تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں۔ دعوتی اعتبار سے بھی بروشرز، ہینڈ آؤٹس اور پریزنٹیشنز تیار کرنے میں AI سے مدد لے کر کام کو سہل بنایا جا سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تنظیم اسلامی کا ہر انقلابی کارکن ان حدود و قیود کو سامنے رکھتے ہوئے AI سے بامقصد معاونت حاصل کر سکتا ہے۔

سوال: ہم اپنے رفقائے تنظیم کی عملی رہنمائی کیسے کر سکتے ہیں کہ اگر انہیں لیکچر تیار کرنا ہو، کوئی پریزنٹیشن بنانی ہو یا اسی نوعیت کے دیگر دعوتی و تنظیمی کام سرانجام دینے ہوں، تو ہر کام کے لیے کون سے موزوں ترین AI ٹولز استعمال کیے جا سکتے ہیں؟

ذیشان محمود: جی بالکل، پینل کے دیگر ساتھیوں نے متعدد ٹولز کا ذکر کر دیا ہے، تاہم عموماً ہمارے رفقاء اور عام صارفین روزمرہ کاموں کے لیے چیٹ جی پی ٹی، جیمنائی اور کلاڈ جیسے چیٹ بوٹس ہی استعمال کرتے ہیں۔ میں اس میں یہ بات بھی شامل کرنا چاہوں گا کہ تحریکی کارکنان ان ٹولز کے ذریعے اپنی استعداد کار کو دو تین زاویوں سے مزید نکھار سکتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم ڈاکٹر صاحبؒ کی کتب سے تیاری کرتے ہیں تو ان کی ثقیل یا علمی اُردو کو عام فہم بنانا ایک چیلنج ہوتا ہے۔ یہاں آپ AI سے مدد لے کر زبان کو آسان بنا سکتے ہیں۔ مثلاً اسے ہدایت دیں کہ میرے مخاطبین بچے، نوجوان یا بزرگ ہیں، لہٰذا اسی مضمون کو اُن کی ذہنی سطح کے مطابق سادہ اور عام فہم انداز میں ڈھال کر پیش کرو۔ اسی طرح اپنی علمی و فکری پختگی کے لیے آپ اس سے کراس کوئسچننگ (جرح) بھی کروا سکتے ہیں۔ آپ اُسے اپنا موقف بتا کر کہہ سکتے ہیں کہ اس پر تنقیدی سوالات اٹھائے تاکہ آپ کے موقف کی کمزوریاں سامنے آ سکیں۔ اگر آپ کو ان کے جوابات آتے ہوں گے تو یہ آپ کی علمی پختگی کی دلیل ہوگی، بصورتِ دیگر آپ ان کا مطالعہ کر کے اپنی استعداد بہتر بنا سکیں گے۔ الغرض، ان چیٹ بوٹس سے مختلف کتب کے خلاصے، ابتدائی تقاریر، تحریریں اور دروس کی تیاری میں بھرپور مدد لی جا سکتی ہے۔ تاہم، اس استعمال کے لیے تین بنیادی اصولوں کا فریم ورک ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں: اول یہ کہ AI سے ہمیشہ معلومات کا مستند حوالہ طلب کریں، دوم اس حوالے کی خود تصدیق بھی کریں اور سوم یہ کہ دینی فتاویٰ اور قرآن و حدیث جیسے حساس معاملات

میں اگر آپ کی اپنی علمی استعداد ناکافی ہو تو کسی ماہر یا عالم سے اُس کی لازمی توثیق کروائیں۔ ان احتیاطوں کے بعد ہی اس پر کسی حد تک انحصار کیا جا سکتا ہے، ورنہ غلط معلومات کا شکار ہونے کا شدید اندیشہ رہتا ہے۔

سوال: AI کے استعمال کے ضمن میں تحریکی کارکنان کے لیے شرعی یا اخلاقی حدود کیا ہو سکتی ہیں یا تنظیم کے رفقاء کے لیے تنظیمی حدود کیا ہو سکتی ہیں؟

ڈاکٹر اسرار علی: اس ضمن میں سورۃ المائدہ کی آیت مبارکہ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪﴾ (آیت: 2) ''اور گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو۔'' بنیادی رہنما اصول فراہم کرتی ہے کہ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ جعلی خبریں پھیلانا، نقلی آواز یا ڈیپ فیک کے ذریعے دھوکہ دینا اور آن لائن فراڈ کے لیے AI کا استعمال تو واضح طور پر ناجائز اور غلط ہے، تاہم چند مزید پہلوؤں میں بھی انتہائی احتیاط لازم ہے۔ اول یہ کہ کسی فرد یا تنظیم کی ذاتی اور حساس معلومات بغیر اجازت کسی بھی پبلک AI ٹول میں ہرگز نہ ڈالی جائیں۔ دوم، دیانت داری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے یعنی تحقیقی کاموں یا تجربات میں فرضی حوالے یا من گھڑت نتائج تیار کروا کر پیش کرنا سراسر بددیانتی ہے۔ سوم یہ کہ کسی کے کردار کے حوالے سے تجسس نہ کریں، پھر یہ کہ شرعی مسئلے، طبی علاج یا قانونی معاملات میں AI کے جوابات پر ہرگز بھروسا نہ کیا جائے، بلکہ ان حساس شعبوں میں صرف مستند ماہرین اور ذمہ دار افراد ہی سے رجوع کیا جائے۔ بنیادی اصول یہ ذہن میں رکھیں کہ AI کام میں محض رفتار دیتی ہے، صداقت کی ضمانت نہیں۔ جیسا کہ ہیلوسینیشن (غلط بیانی) کی طرف اشارہ کیا گیا، AI صارف کو مطمئن رکھنے اور خود سے جوڑے رکھنے کے لیے اکثر ہاں میں ہاں ملاتی ہے۔ لہٰذا اس کی ہر بات پر اندھا اعتبار کرنے کے بجائے پوری سچائی، دیانت اور رازداری کے ساتھ ہی اس ٹیکنالوجی کو بروئے کار لایا جائے۔

سوال: نظم ہم سے تنظیم اسلامی کے لٹریچر کے مطالعے اور اسروں میں مذاکرہ کا تقاضا کرتا ہے، جب کہ دوسری جانب AI کی سہولت موجود ہے۔ ہم ان دونوں کو کہاں اور کس طرح باہم جوڑ سکتے ہیں؟

فضل باسط: اصولی بات یہ ہے کہ AI کو محض اپنا معاون سمجھیں، اسے استاد، مفتی یا مجتہد کا درجہ ہرگز نہ دیں، بلکہ اس کی ہر بات کو محض ایک رائے سمجھ کر اس کی اصل جڑ اور ماخذ کو پرکھیں۔ اس کے عملی استعمال کے لیے ہم چند مراحل طے کر سکتے ہیں۔ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ رفیق تنظیم لٹریچر کا مطالعہ پہلے خود کرے، بنیادی مواد پڑھ کر اپنے ذہن پر زور دے، اپنی رائے قائم کرے اور سوالات مرتب کرے۔ اس کے بعد AI سے معاونت لی جا سکتی ہے۔ مثلاً اسے 'منہج انقلاب نبویؐ' کتاب کا متن دے کر کہا جائے کہ میں نے اس کتاب کا گہرا مطالعہ کر کے یہ نکات اخذ کیے ہیں، اب تم بتاؤ کہ آیا مجھ سے کوئی اہم نکتہ رہ تو نہیں گیا؟ یوں ذہنی کاوش کے بعد AI کی مدد لینے میں

دینی فہم محض معلومات اکٹھی کرنے یا جوابات ازبر کر لینے کا نام نہیں ہے، بلکہ اس میں نصوص کے سیاق و سباق، دینی اصولوں سے گہرے ربط اور عملی تطبیق کا پہلو بھی بے حد اہم ہے۔

کوئی حرج نہیں۔ دوسرے مرحلے میں آپ اپنے موقف کی مزید وضاحت، حوالہ جات، متبادل دلائل یا مخالف نقطہ نظر جاننے کے لیے بھی اس سے مدد لے سکتے ہیں۔ یہ آپ کو بتا سکتا ہے کہ مختلف مکاتب فکر آپ کے منہج کو کس زاویے سے دیکھتے ہیں یا اس پر کیا اعتراضات اُٹھاتے ہیں۔ اس سے آپ کو وہ سمت اور ماخذ مل جائیں گے جن کا آپ بعد ازاں اصل کتب سے براہِ راست مطالعہ کر سکیں گے۔ تیسرا اور اہم مرحلہ آزادانہ تصدیق کا ہے۔ اہم نکات کو مستند کتب، اہل علم اور آزاد شواہد سے ضرور جانچیں اور AI پر سو فیصد انحصار نہ کریں۔ اس کے کسی بھی جواب کو خودکار طور پر قبول کرنے کے بجائے تنقیدی نگاہ سے دیکھیں اور اپنی سمجھ و اصولوں کی بنیاد پر حتمی نتیجہ اخذ کریں۔ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ AI سے غلطی بھی سرزد ہو سکتی ہے اور اس کے ڈیٹا میں تعصب بھی پایا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، یہ محض ایک مشین ہے جو انسانوں جیسا برتاؤ تو کرتی ہے مگر اس میں نہ تقویٰ ہے، نہ احساسِ جواب دہی اور نہ ہی عقیدۂ آخرت کی کوئی فکر۔ لہٰذا ہمیں اپنی اصل کو نہیں بھولنا چاہیے اور اساتذہ، علماء اور اہل علم سے براہِ راست تعلق و صحبت کو ہر حال میں برقرار رکھنا چاہیے۔ اگر ہمارے رفقاء ان اصولوں پر کاربند رہیں گے، تو ان شاء اللہ AI ان کے لیے واقعی مفید اور معاون ثابت ہوگی۔

سوال: ان تمام تر احتیاطوں کے ساتھ اگر ہم AI استعمال کریں تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں یہ حقیقی دینی فہم اور کردار سازی کا متبادل ذریعہ بن سکتا ہے؟

ذیشان محمود: دینی فہم محض معلومات اکٹھی کرنے یا جوابات ازبر کر لینے کا نام نہیں ہے، بلکہ اس میں نصوص کے سیاق و سباق، دینی اصولوں سے گہرے ربط اور عملی تطبیق کا پہلو بھی بے حد اہم ہے۔ اسی طرح کردار سازی کے لیے علم کے ساتھ ساتھ عمل، اپنا محاسبہ اور مسلسل تربیت ناگزیر ہے۔ مثال کے طور پر، AI صبر کے موضوع پر ایک بہترین تقریر تو لکھ سکتی ہے، مگر عملی زندگی میں صبر کرنا نہیں سکھا سکتی۔ وہ قربانی پر ایک پُراثر تحریر تو تیار کر کے دے سکتی ہے، مگر ایک تحریکی کارکن نے آخرت کی فلاح کے جذبے سے سرشار ہو کر میدانِ عمل میں جو حقیقی قربانی دینی ہوتی ہے، وہ روح اور جذبہ اُس کے اندر مفقود ہے۔ لہٰذا محض AI دینی فہم و کردار میں حقیقی اضافہ نہیں کر سکتی۔ یہ ٹیکنالوجی اسی وقت حقیقی معنوں میں معاون ثابت ہوگی جب اس کے ساتھ عملی جدوجہد، احساسات اور کردار سازی کا پہلو بھی زندہ رہے۔

سوال: معلومات اور حقیقی فہم میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ ایک دینی کارکن میں وہ کون سی اصل محرک قوت ہونی چاہیے جو AI اُسے کبھی نہیں دے سکتی؟

حمزہ شاہد: جیسا کہ ہم اپنی قرارداد تاسیس میں بھی پڑھتے اور سمجھتے ہیں، دین کا اصل مخاطب فرد یعنی انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو روح، فطرت، وحی، شعور، خودی اور جذبات جیسی ایسی انمول صلاحیتیں عطا کی ہیں جو آرٹیفیشل انٹیلی جنس کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اسی لیے قرآن مجید جہاں انسان کی عقل و ذہانت کو جھنجھوڑتا ہے، وہیں اس کے جذبات کو بھی براہِ راست مخاطب کرتا ہے۔ اگر ہم یہ روحانی و باطنی کیفیات AI کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو یقیناً ٹھوکر کھائیں گے۔ ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے، جب کہ AI انسان کے محدود اختیار کی محض ایک تخلیق ہے جو کبھی انسان کا متبادل نہیں بن سکتی۔ لہٰذا، ہمیں AI کو اسی دائرے میں رکھ کر سوچنا اور اپنی ان تمام خداداد انسانی و ایمانی صلاحیتوں کو بھرپور بروئے کار لانا چاہیے؛ کیونکہ یہی وہ جوہر ہے جو ہمیں AI سے ممتاز رکھتا ہے اور اس ٹیکنالوجی پر ہماری برتری کو برقرار رکھے گا۔

سوال: AI کے حوالے سے آپ رفقاء کو کیا تجاویز دینا چاہیں گے؟

ڈاکٹر اسرار علی: صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو چیز تمہیں فائدہ دے اُس کی حرص کرو، اللہ سے مدد مانگو اور عاجز نہ آؤ (ہمت نہ ہارو)۔ اسی اصول کے تحت، AI بلاشبہ ایک مفید

اور کارآمد ٹیکنالوجی ہے، جس سے ہمیں بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیے، تاہم تمام ضروری احتیاطوں اور حدود کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔

فضل باسط: تحریکی کارکن کی اصل طاقت کسی مشین میں نہیں، بلکہ اللہ پر کامل ایمان، یقین اور توکل میں مضمر ہے اور یہ ایسے اوصاف ہیں جو AI ہمیں کبھی نہیں سکھا سکتی، بلکہ انہیں ہمیں خود اپنے اندر زندہ رکھنا ہے۔ اسی طرح انسانی ہمدردی، باہمی میل جول اور صلہ رحمی جیسی اقدار جو ٹیکنالوجی کے بے جا عمل دخل سے معاشرے میں کمزور پڑ رہی ہیں، ان پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں یہ یقین پختہ رکھنا چاہیے کہ حقیقی نصرت اور برکت صرف اللہ کی دعا اور مدد سے مشروط ہے۔ اگر ہم اپنے زندہ ضمیر اور آخرت کی جواب دہی کے احساس کو سامنے رکھتے ہوئے AI کو استعمال کریں، تو یہ ٹیکنالوجی ہمیں گمراہ کرنے کے بجائے ہمارے لیے ایک مثبت اور مفید ذریعہ ثابت ہوگی۔

حمزہ شاھد: ہمارے رفقاء اور سامعین کو اس حقیقت کے لیے ذہنی طور پر تیار رہنا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق ایک ایسا دور آئے گا جب فتنے مسلسل یوں رونما ہوں گے جیسے ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانے تیزی سے گرتے ہیں۔ AI کی آمد کے بعد ان فتنوں کی رفتار میں مزید تیزی آ رہی ہے، لہٰذا ہمیں محض ذہنی تیاری پر اکتفا نہیں کرنا بلکہ عملی تیاری بھی کرنی ہوگی۔ اگر ہم اس انفراسٹرکچر کو دجالی نظام کے تناظر میں دیکھیں تو بعید نہیں کہ ان تمام امور کو کنٹرول کرنے والی ایک مرکزی طاقت AI کی صورت میں اُبھرے۔ ایسے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ نور کتاب اللہ ہی ہے، جسے ہمارے دین نے فتنوں سے بچاؤ کی بنیادی راہ کے طور پر خصوصی اہمیت دی ہے۔ چنانچہ فتنوں کے اس سیلاب سے محفوظ رہنے کی واحد سبیل یہی ہے کہ ہم قرآن مجید سے اپنا تعلق مضبوط کریں اور اسے شعوری گہرائی کے ساتھ پڑھیں اور سمجھیں اور یقیناً یہ سب کچھ اللہ ہی کی توفیق و نصرت سے ممکن ہوگا۔

ذیشان محمود: میں اس ضمن میں دو اہم باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ AI کو اپنی سوچ کا متبادل نہ بنائیں بلکہ اسے اپنی سوچ کو نکھارنے اور مختلف کاموں کی تیاری میں معاونت کے لیے استعمال کریں۔ یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھیں کہ AI آپ کے اخلاص، جذبے، قربانی اور کردار کی جگہ کبھی نہیں لے سکتی، ان اوصاف پر آپ کو خود ہی محنت کرنی ہوگی۔ دوسری اہم بات دعوتی امور کے حوالے سے ہے۔ آج کل اکثر رفقاء وقت کی قلت کا شکوہ کرتے نظر آتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ جس طرح ہم کاروبار اور دیگر دنیوی معاملات میں ٹیکنالوجی کے بہتر استعمال سے اپنا وقت بچا رہے ہیں، بالکل اسی طرح اپنے روزمرہ کاموں کو منظم کر کے کچھ وقت بچائیں۔

❁❁❁

پریس ریلیز 20 نومبر 2026ء

امریکہ، روس اور چین کے صدور کی ملاقات عالمی مفادات کے کھیل میں نئی بندر بانٹ کا پیش خیمہ ہے۔ مسلم ممالک بڑی طاقتوں کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے اتحاد کے لیے عملی اقدامات کریں۔

شجاع الدین شیخ

امریکہ، روس اور چین کے صدور کی ملاقات عالمی مفادات کے کھیل میں نئی بندر بانٹ کا پیش خیمہ ہے۔ مسلم ممالک بڑی طاقتوں کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے اتحاد کے لیے عملی اقدامات کریں۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ چین کے شہر شینزن میں اپیک (APEC) کے 33ویں اجلاس کے موقع پر سائڈ لائنز پر امریکی، روسی اور چینی صدور کی ملاقات نے 1945ء میں ہونے والی 'یالٹا کانفرنس' کی یاد دلا دی ہے، جب جنگ عظیم دوم کے خاتمے کے بعد دنیا میں طاقت اور مفادات کی بندر بانٹ کے لیے برطانیہ، امریکہ اور سوویت یونین کے سربراہان کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے بعد امریکہ اور سوویت یونین نے نہ صرف دنیا بھر کے وسائل پر قبضہ جما لیا بلکہ دنیا کے تمام ممالک کے لیے امریکہ یا سوویت یونین میں سے کسی ایک کے 'کیمپ' میں جانا لازم قرار دیا گیا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اگرچہ بین الاقوامی میڈیا نے شینزن میں 3 بڑے ممالک کے صدور کی ملاقات کے دوران دنیا میں جاری تنازعات، جنگوں، معاشی پابندیوں اور کساد بازاری، ٹیکنالوجی کے چیلنجز اور جوہری ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کے حوالے سے بات چیت کی خبریں دی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عالمی معاشی بدحالی، جوہری ہتھیار کے پھیلاؤ اور دنیا میں جاری جنگوں کی اصل ذمہ دار یہی بڑی طاقتیں ہیں۔ پھر یہ کہ دنیا میں اگر کسی ملک نے جوہری ہتھیار استعمال کیے ہیں تو وہ امریکہ ہے جس نے 1945ء میں جاپان کے دو شہروں پر ایٹمی حملے کیے تھے۔ امریکہ ہی ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل کے دفاع کے لیے دنیا بھر میں جنگیں جاری رکھے ہوئے ہے۔ دوسری طرف روس نے یوکرین پر جنگ مسلط کر رکھی ہے اور چین اقتصادیات و معاشیات کو ہتھیار بنا کر دنیا کے کئی ممالک کے وسائل پر قابو پا چکا ہے۔ لہٰذا شینزن ملاقات کو عالمی امن کے قیام یا معاشی بحران کے حل کی کاوش سمجھنا کھلی نادانی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ مسلم ممالک کے حکمران اور مقتدر حلقے یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ کوئی دوسرا اُن کے تحفظ کی جنگ نہیں لڑے گا۔ طاغوتی قوتیں مسلم ممالک کو ایک ایک کر کے نشانہ بنا رہی ہیں۔ ان حالات میں ناگزیر ہو چکا ہے کہ آپس کے اتحاد کو بڑھایا جائے اور دشمن کی چالوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی قوت کو مجتمع کیا جائے۔ مسلم ممالک کسی اتحاد میں اکٹھے ہوں گے تو ہی طاغوتی قوتوں کے حملوں کا جواب دے سکیں گے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

..... بے تیغ و تفنگ

عامرہ احسان
amirahk@gmail.com

گلوبل ہو جانے کی وجہ سے ملکی، مقامی خبریں پیچھے چلی جاتی ہیں، ہمہ نوع عالمی بحران دم نہیں لینے دیتے۔ ہم تو یوں بھی عالمی سطح پر امن قائم کرنے، بچ بچاؤ، صلح صفائی کروانے میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ پلٹ کر ملکی حالات دیکھنے، نبھانے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ ہمارے بڑے ذرا سے فارغ ہوتے ہیں تو ملک کو جدید بنانے کے لیے عوام الناس کو اچانک دھماکہ دار خبروں میں پھنسا چھوڑ کر پھر چل دیتے ہیں، خواہ عوام شدتِ حالات کے ہاتھوں چل بسیں۔ مثلاً بظاہر بلند و بالا عمارات اور پلازوں کے نیچے، آگے پیچھے پلتے کچروں کے ڈھیر، بلڈوزروں کی زد میں چھوٹے مکان، کچی آبادیاں، آسمان سے باتیں کرتی مہنگائی! سبزی، پھل، آٹا، چینی! پٹرول، بجلی، گیس عنقا، بھاری بل موجود۔ جرائم کی شرح بلند سے بلند تر۔ بے روزگار جوانیاں کچھ تو کریں گی۔ چوریاں، ڈاکے ورنہ نشے میں گم والدین کے ہوش اُڑا کر خود نچنت!

کتنی تلخی ہے اس بیانیے میں! مگر عوام کی سطح پر اتر کر دیکھیں کہ تو یہ صرف اجمالی (مختصر مبہم) خاکہ ہے۔ اس جھنگ میں رنگ ملانے کو یکا یک اعلان ہو گیا کہ اسلام آباد، 'Cashless'، کاغذی نوٹوں، کرنسی کے بغیر پہلا شہر ہوگا۔ سال ختم ہونے پر پیسے کا لین دین (Cash) بھی ختم ہو جائے گا۔ ویسے تو جس رفتار پر عوام کی جیبیں درج بالا حالات کی بنا پر خالی ہو رہی ہیں یہ اعلان کچھ عجب نہیں، عوام تو پہلے ہی Cashless ہیں! کم و بیش سے حکومتی ادارے نقدی لینا بند کر دیں گے۔ یعنی تمام سروسز مفت فراہم کریں گے؟ پورا شہر اکم سپورٹ پروگرام پر چلا جائے گا؟ خیراتی دسترخوان گلی گلی لگیں گے؟ کھانا گھر کھلانا پکانا نہ پڑے گا۔ کیا انتخابات قریب ہیں؟ ووٹ کے عوض پہلے نوٹ بٹتے تھے اب پورے گھریلو اخراجات۔ اس نظام کو سمجھنے ہی کے لیے سال بھر تو چاہیے۔

'عرب نیوز' میں جھانکا تو وہاں ایک تصویر لگی تھی کہ ایک شخص خریداری کر کے تھیلا بھر کر بادام، اخروٹ خرید کر خوش خوش خالی ہاتھ دوکاندار کو دکھا کر لہکا رہا تھا کہ چھٹی کرو، شکریہ! تاہم نیچے لکھا تھا کہ ڈیجیٹل بلا نقدی ادائیگی QR، کوڈز مارکیٹ میں لگے ہیں۔ ہم نے بھونچکے ہو کر اسلام آباد کی شرح خواندگی گوگل سے پوچھی تو 'ذہین و فطین' AI کا جواب تھا 94-87 فی صد! آپ کو یقین آ گیا؟ ہم نے تو جانا کہ مصنوعی ذہانت کا جواب بھی مصنوعی شرح خواندگی بتا رہا ہے! تاہم یونیورسٹی سے سند یافتہ ہو کر بھی ہم تو اتنے غبی ہیں کہ بات نہیں سمجھ پائے۔ گھریلو ملازمائیں، گرد و پیش زنانہ قسم کی سبھی خواتین بھی نہ سمجھیں۔ بازار تو چلتے ہی خواتین کے سر پر ہیں۔ چلیے بازار خالی ہوں گے تو معیشت شاید خود ہی بحال ہو جائے۔ شاید یہی اس کا مقصد بھی ہے۔ مردانہ سازش ہے یا ملکی مفاد میں یہ حل نکالا ہے۔ پیسے کو روتے ہیں نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ صلاحِ مملکت خویش خسرواں دانند۔ یعنی ہمارے بادشاہوں کو ہی پتہ ہے کہ مملکت کی صلاح و فلاح کس میں ہے!

ترقی اور جدیدیت کے لوازم میں تکثیریت پسند (Pluralist) ہونا بھی ہے۔ یعنی صرف اسلامیت نہیں، دیگر مذاہب کو ملک میں پھلنے پھولنے میں مدد دینے کو حکومت متحرک رہے۔ اس ضمن میں 1947ء کے بعد پہلی مرتبہ ٹیمپل روڈ لاہور کا گرو ہرگوبند سنگھ صاحب، چھٹے سکھ گرو کا گوردوارہ آباد کرنے کا (تعمیر نو کی گئی) اہتمام کیا گیا۔ یہ گرو وہ ہیں جنہوں نے پُرامن سکھ مذہب کو جنگجو بنایا۔ لڑاکا فوجی تشخص دیا، 4 بڑی جنگیں مغل بادشاہوں جہانگیر اور شاہجہان کے خلاف لڑیں۔ پاکستان بھر میں 50 گوردواروں (نیز مندروں کی بھی) تعمیر نو کی جا رہی ہے۔ تاہم مشرقی پنجاب میں چھوڑی گئیں 50 ہزار مساجد بارے غور و فکر کیا جائے۔ آج مشرقی پنجاب میں ساڑھے 5 لاکھ مسلمان آباد ہیں اور کچھ مساجد بحال بھی کی گئی ہیں۔ لیکن مسئلہ توجہ طلب ہے کہ یہ دونوں جانب متناسب ہو۔

امریکہ انتخابات سے سستا ہی رہا تھا کہ ایک انہونی بلا آن پڑی۔ 13 نومبر کو اچانک امریکی ایئر ٹریفک کنٹرول کے مواصلاتی نظام میں تکنیکی خرابی سے یکا یک 3500 ہوائی جہاز آسمان پر محوِ پرواز دم بخود رہ گئے۔ ان جہازوں کو جیسے تیسے ہنگامی طور پر اتار لیا گیا۔ باقی تمام تیار پروازوں کو روک دیا گیا۔ 'گراؤنڈ سٹاپ' کے عنوان سے۔ 10 ہزار پروازیں لیٹ ہوئیں۔ 8 ہزار پروازیں امریکہ میں منسوخ ہوئیں۔ اس اچانک بہت بڑی خرابی کی وجہ نصف صدی پرانا گھسا پٹا نظام تھا جو ڈیٹا، معلومات سے بھر کر لبالب ٹھپ ہو گیا۔ مسافر رل گئے۔ اُن کے کھانے یا ہوٹلوں کی فراہمی کی ذمہ داری ایئر لائینز نے نہ لی۔ صرف پیسے واپس یا دوبارہ بکنگ ہو سکتی تھی۔

ٹرانسپورٹیشن سیکرٹری ڈفی نے کہا کہ نظام کی بحالی، جدید بنانے کے لیے 50 ارب ڈالر درکار ہیں جس کا ٹرمپ نے کانگریس سے تقاضا کیا ہے۔ یہ صورتحال کیوں پیش آئی؟ وجہ تو ناقابلِ یقین حد تک پرانا نظام تھا۔ اس پر رقوم خرچ کرنے کی بجائے (عوامی ضروریات پر عوامی ٹیکس) اسرائیل کو غزہ تباہ کرنے کو اور پھر ایران جنگ پر پیسہ جھونکا گیا۔ اپنے عوام کی جانیں، ہوائی جہاز، ایئرپورٹ شدید خطرے میں ڈالے گئے! تاہم تمام تنقید اور تبصروں کے باوجود امریکی ارکانِ پارلیمنٹ ری پبلکن اور ڈیموکریٹ اسرائیل پر پیسہ لٹانے کے جرم پر مکمل خاموش رہے۔ وجہ یہ کہ سبھی کو انتخابات یہودی صہیونی سرمایہ داروں کے ڈالروں کے بل بوتے پر لڑنے ہوتے ہیں۔

طرفہ تماشا تو یہ رہا کہ ٹریفک کنٹرول کی خرابی پر، پریس کانفرنس کرنے جب سیکرٹری ڈفی کھڑے ہوئے تو انہیں فوراً ہی ساؤنڈ سسٹم (لاؤڈ سپیکر) کی فنی خرابی کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ ابھی ایک جملہ ہی بول پائے تھے کہ ہوں..... ہوں..... کرتا مائیک جواب دے گیا۔ ڈفی بے چارہ Deaf, Dumb، دم بخود شرمساری سے چہرے لال ہو گئے سپر پاور کے۔ دنیا بھر کے کیمرے اس پر مرکوز، ایک کوفت بھرا سناٹا، اور دوڑا بھاگا تکنیکی کارندہ آیا، 3 منٹ بعد آواز بحال ہوئی۔ بے چارے پہلے ہی صفائی پیش کر رہے تھے 1970/1980ء دور کی لیکنالوجی بدلنے کی ضرورت پر!

ابھی امریکہ اس سے ایک دن پہلے سے گلوبل

مائیکرو سافٹ سروس میں خلل اور بندش (12 تا 14 نومبر) کا شکار تھا۔ تکنیکی خرابی کی بنا پر دفتری کام ٹھپ ہوئے۔ دنیا بھر میں بینک، ایئر لائنز، طبی نظام، حکومتی دفاتر، تعلیمی ادارے، امریکہ سمیت 70 ممالک پر اثر پڑا۔ 365 ایپس خرابی کی زد میں آئیں۔ 300 تا 500 ملین ڈالر نقصان کا تخمینہ ہے۔

المختصر انسان خدائی کے مرتبے پر نہیں ہے۔ اچانک کہیں ناگہانی تعطل، خرابی، تباہی کا سامنا کر کے ٹیکنالوجی جواب دے جاتی ہے۔ بے ہوشی سے مکمل خاتمے تک کچھ بھی ممکن ہے! اگلے مراحل AI کے مزید پیچیدہ، لرزیدہ، نادیدہ ہو سکتے ہیں۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

غزہ بارشوں، سیلابی پانیوں میں ڈوبتا ابھرتا، مگر اسرائیلی سفاکی کمترین طبی امداد کے حالات میں بھی واحد رواں الناصر ہسپتال پر بمباری سے نہ باز آئی۔ انتہائی نگہداشت کا وارڈ اور آپریشن میں مصروف سرجن کو نشانہ بنایا۔ یہ ہسپتال پر ساتواں حملہ ہے جس میں اب 6 شہید اور 20 زخمی ہوئے۔ چند گھنٹے بعد ہی الشفاء ہسپتال کے باہر گاڑی پر حملے میں ایک شہید اور کئی زخمی کئے۔ اسرائیل نے فلسطینیوں کو غزہ کے نشیبی علاقوں میں ٹھونسا جو ہمیشہ سیلاب کی زد میں رہتے ہیں۔ وہ ہر اس فلسطینی کو مار دے گا جو سیلاب زدہ اس حراستی کیمپ سے نکلنے کی کوشش کرے۔ اسرائیل نے تمام پانی صاف کرنے والے (Desalination) پلانٹ بم مار کر ختم کر دیئے۔ ڈاکٹر منیر البرش، محکمہ صحت غزہ نے کہا: اے دنیا والو! غزہ پانی میں ویسے ہی ڈوبا، جیسے لہو میں ڈوبا تھا!

ثالثوں اور امن بورڈ کی مکمل ناکامی ہے ہمہ پہلو۔ تاہم زندہ و پائندہ پرعزم قوم ان حالات میں بھی طلبا، طالبات کے حفظ قرآن کی مقدس تقریب سجائے بیٹھی ہے۔ دشمن کے نظام بھونچکے، آسمان پر معلق طیارے اور زمین پر ٹیکنالوجی سنبھالتے پھر رہے ہیں! یہاں بمشکل 5 سالہ بچہ ٹوٹے ہاتھ اور ایک ٹانگ شہید کے ساتھ فرشتوں جیسی مسکراہٹ لیے قرآن کھولے آیت الکرسی پڑھ رہا ہے۔ اس کا وجود ناقابل شکست عزیمت اور امید افزا مستقبل کی خبر دیتا ہے۔ باذن اللہ!

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

❁❁❁

شعبہ خط و کتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

- کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟
- کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کے مرتب کردہ
"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" پر مبنی
"قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس" سے استفادہ کیجیے
یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط و کتابت کروایا جا رہا ہے) شائقین علوم قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

الحمدللہ! اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط و کتابت کورسز 'قرآن اکیڈمی' K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501-(92-42) E-mail:distancelearning@tanzeem.org

ہفت روزہ ندائے خلافت میں "ضرورت رشتہ" کے اشتہار سے متعلق ہدایات

قواعد و ضوابط

(1) ندائے خلافت میں بنیادی طور پر رفقاء و رفیقات تنظیم یا ان کے قریبی رشتہ داروں کے "ضرورت رشتہ" کے اشتہار شائع کیے جاتے ہیں۔

(2) فی اشتہار 500 روپے ہدیہ وصول کیا جائے گا۔ رقم نقد مکتبہ خدام القرآن، لاہور میں یا بنک اکاؤنٹ (0062871003) مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، دبئی اسلامک بنک، چیکو روڈ لاہور کے ذریعے وصول کی جائے گی۔ رسید مکتبہ کے واٹس ایپ نمبر 0301-1115348 پر Send کریں۔

(3) رفقاء و رفیقات کے قریبی رشتہ داروں مثلاً بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی وغیرہ کے ضرورت رشتہ کے لیے بھی یہی اصول اور ریٹ کارفرما ہوگا۔

(4) ایسے خواتین و حضرات جن کو تنظیم کے ذمہ داران Recommend کریں، کا اشتہار شائع کیا جائے گا۔

(5) ایسے اشتہارات شائع نہیں کیے جائیں گے جن میں ذات پات کی پابندی یا دنیوی عہدے یا حیثیت کو شرط بنایا گیا ہو۔ نیز اشتہار میں اس بات کا تذکرہ بھی لازماً ہوگا کہ دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

(6) کسی میرج بیورو کا اشتہار شائع نہیں ہوگا۔

(7) اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

تنظیم اسلامی کا سالانہ زونل اجتماع (شرقی پاکستان) 2026ء

کی مختصر روداد

مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع (شرقی پاکستان) 07 تا 09 نومبر 2026ء کو مرکز دارالاسلام چوہنگ، لاہور میں منعقد ہوا جس میں چار حلقہ جات (لاہور غربی، لاہور شرقی، گوجرانوالہ اور سرگودھا) کے رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ اجتماع کے انتظامات کی ذمہ داری حلقہ لاہور غربی کے رفقاء نے عمدہ طریقے سے ادا کی۔ اجتماع کا پنڈال قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور علامہ اقبالؒ کے اشعار پر مبنی ٹی بورڈز سے مزین کیا گیا تھا۔ سٹیج کے دونوں طرف بڑی SMD سکرینز نصب تھیں جن کی مدد سے مقررین کو دور سے دیکھا جا سکتا تھا۔ مکتبہ ہائے انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے اسٹالز بھی موجود تھے۔ مقررین نے بہت عمدہ طریقے سے خطابات کر کے اپنے اپنے موضوعات کا حق ادا کیا۔ امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ نے پہلے دو دن اس اجتماع کی صدارت کی جبکہ تیسرے دن وہ کراچی تشریف لے گئے اور وہاں کے اجتماع کی صدارت کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض لاہور غربی کے ملتزم رفیق محترم فاروق احمد گیلانی نے سرانجام دیئے۔

ہفتہ 07 نومبر 2026ء

ہدایات..... محترم کاشف عباسی

ناظم سالانہ اجتماع امیر حلقہ لاہور غربی محترم کاشف عباسی نے رفقاء کو خوش آمدید کہا اور ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ اپنی نیتوں کو خالص کریں۔ آپس میں سلام کو عام کیجئے۔ سیشن سے پہلے اجتماع میں پہنچیں اور اختتامی دعا کے بعد اٹھیں۔ اجتماع کے دوران تصاویر و ریکارڈنگ سے اجتناب کریں۔ فارغ اوقات میں تلاوت قرآن مجید، اذکار مسنونہ اور دعاؤں کا اہتمام کریں۔ اجتماع کے دوران اپنے تمام معاملات کے لیے احکام باری تعالیٰ اور سنت رسول ﷺ کو پیش نظر رکھیں۔ اجتماع کے تمام پروگراموں میں پوری توجہ کے ساتھ شریک ہوں۔

افتتاحی کلمات..... محترم شجاع الدین شیخ ﷾

اجتماع کا باقاعدہ آغاز نماز عصر کے بعد ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ نے سالانہ اجتماع کا آغاز سورۃ الصف کی تلاوت سے کیا۔ انہوں نے اپنے افتتاحی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سب سے پہلے ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا ہے کیونکہ اللہ کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں۔ پھر تمام ذمہ داران، منتظمین، رفقاء و احباب، مرکزی ذمہ داران کا شکریہ جنہوں نے انتظامات کیے، اللہ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ اپنی نیتوں میں اخلاص پیدا کریں۔ اجتماع میں ہمارا مقصود یہ ہونا چاہیے کہ اللہ ہم سے راضی ہو اور آخرت کی کامیابی مل جائے۔ ہمیں اپنی نیتوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ سالانہ اجتماع سے سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم منظم انداز میں اجتماع میں شریک ہو سکیں۔ عالمی و ملکی حالات آپ کے سامنے ہیں۔ بلوچستان میں حالات خراب ہونے کی وجہ سے وہاں کے رفقاء کو وہیں اجتماع منعقد کرنا پڑ رہا ہے۔ مستقلاً جنگی حالات میں ہمارا یہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کو کمزور کیا جا رہا ہے۔ ٹرمپ اور نیتن یاہو کی شکست سے توقعات وابستہ نہ کی جائیں کیونکہ صیہونیوں کا ٹارگٹ مسلمان اور گریٹر اسرائیل کے منصوبے کی تکمیل ہے۔ ان حالات میں ہماری ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔ ہمارا یہ اجتماع اپنے سبق کی یاددہانی، اس کا علمبردار بن کر کھڑا ہونا اور پوری قوم کو بیدار کرنے کے لیے منعقد ہو رہا ہے۔ ہمیں حالات کو سدھارنے کی کوشش کرنے کے لیے جذبہ لے کر یہاں سے اٹھنا ہے۔ تاکہ کل اللہ کے سامنے 'معذرت' پیش کر سکیں۔ ہم یہاں اللہ کی محبت کے لیے جمع ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کے لیے اللہ اپنی محبت اپنے ذمہ کرم پر واجب کر لیتا ہے۔ سالانہ اجتماع سے ہماری فکر کو تازگی ملتی ہے۔ ہم مقصد ساتھیوں کو دیکھ کر جذبہ عمل ملتا ہے اور دوسروں کے تجربات سے سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ مدرسین سے گزارش ہے کہ رفقاء کو عمل کے لیے 'پوائنٹ' ضرور دیں۔ رفقاء و احباب سے میری گزارش ہے کہ اپنے عمل کے لیے ضرور کچھ (کم از کم تین ارادے) لکھ کر لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے مستقل دعا اور عمل کا جذبہ لے کر یہاں سے اٹھنا ہے۔

مطالعہ حدیث..... محترم منعم اویس

نماز مغرب کے بعد "تعلق مع اللہ و کل کی جوابدہی" کے موضوع پر ملتزم رفیق محترم منعم اویس نے حدیث کا مطالعہ کروایا۔ انہوں نے کہا کہ خواہش نفس اور طویل آرزوئیں حق سے روکتی ہیں اور آخرت اوجھل ہو جاتی ہے۔ دنیا جانے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے۔ دنیا کے طلب گار نہ بننا بلکہ آخرت کے طلب گار بننا۔ کل تم دارالآخرت میں ہو گے اور وہاں تمہیں اجر یا سزا ملے گی۔ دنیا کی رعنائیوں میں کھو گئے تو پھر اقامت دین کی جدوجہد جیسے بڑے مقصد سے دور ہو جائیں گے۔

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا..... محترم انجینئر وقار اللہ

ملتزم رفیق محترم انجینئر وقار اللہ نے سورۃ طٰہٰ کی آخری آیات کا مطالعہ کروایا۔ انہوں نے کہا کہ قانون مکافات اسی وقت طے ہو گیا تھا جب یہ کائنات وجود میں آئی تھی۔ جو کام کرتے ہیں اس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ نکلتا ہے۔ مکافات عمل کا روحانی قانون اس دنیا میں کامل نہیں اس کا نتیجہ آخرت میں نکلے گا۔ انسان کی ہدایت کا مکمل انتظام فرمایا اور وحی کا بھی

انتظام فرمایا جس کے لیے انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے، پھر بتادیا کہ جس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ گمراہ اور بدبخت نہیں ہوگا اور جہنم کے عذاب سے بچ جائے گا۔ اللہ کے ذکر سے مراد ہدایت ہے جو انبیاء کے ذریعے لوگوں کو ملتی رہی اور اس کی تکمیلی شان قرآن مجید کی صورت میں ہے، قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک دونوں مل کر ذکر کا مفہوم دیتے ہیں۔ آج قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جس کا مقابلہ کرنا ہمارا فرضِ منصبی ہے۔ 'مَعِيْشَةً ضَنْكًا' سے مراد صرف معاشی تنگدستی نہیں بلکہ دل کی بے چینی اور بے سکونی بھی اس میں شامل ہے۔ شیطان صرف مسلمان کا نہیں بلکہ انسان کا دشمن ہے۔ اس کا اصول ہے کہ انسان کو ہر لحاظ سے اللہ سے دور کر دیا جائے اور مغربی معاشرے میں وہ یہی کام کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان آیات میں اندھاپن سے مراد قیامت کے دن نور سے محرومی اور دل کا اندھاپن ہے۔ جو انسان دنیا میں جتنی ترقی کر لے لیکن اللہ کو بھول جائے وہ دل کا اندھا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط کریں۔ قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔ شیطان ہمارا دشمن ہے اس کے حربوں کو سمجھنا اور ان سے بچنا ہے۔ اگر ہم اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کریں گے، تب شیطان کے حملوں سے بچ جائیں گے کیونکہ آپ ﷺ کی سنت عملی قرآن ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ..... محترم ڈاکٹر عثمان خالد

حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم کے ناظم تربیت محترم ڈاکٹر عثمان خالد نے کہا کہ دین کا لفظ قرآن میں چار معنوں میں استعمال ہوا: جزا و سزا، نظام زندگی، قانون اور اطاعت! دین کا قرآنی تصور انفرادی زندگی کے محدود تصور سے ہو کر اجتماعی نظام سے بھی بحث کرتا ہے۔ موجودہ دور میں اس کو اپنانا زیادہ اہم ہو گیا ہے۔ کیونکہ اجتماعی نظام انسان کی انفرادی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اس لیے مغرب انفرادیت کو پروموٹ کر رہا ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت نے دین کو ذاتی زندگی تک محدود کر رکھا ہے۔ دین میں کسی کو اتھارٹی مان کر اس کے نظام کی پیروی کرنا پڑتی ہے۔ آج دنیا میں دین جمہور اور دین ملوک چل رہے ہیں لیکن اسلام اللہ کا دین ہے جس کی پیروی ضروری ہے۔ آج دنیا میں مختلف ادیان موجود ہیں۔ چوائس ہماری ہے کہ کوئی بھی دین اختیار کر سکتے ہیں لیکن آخرت میں اسلام کے سوا کوئی دین بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی ہمارا امتحان ہے۔ اگر اللہ کا دین قائم نہیں ہے تو پھر اس کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا فرض ہے۔ اس کا حل یہی ہے کہ اس نظام کے اندر رہ کر اسلام کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کریں کیونکہ وہی اُخروی کامیابی کا ضامن ہے۔

زمانہ گواہ ہے..... (خصوصی پروگرام)

نمازِ عشاء سے پہلے زمانہ گواہ ہے کا ریکارڈڈ پروگرام پیش کیا گیا۔ اس کے میزبان محترم وسیم احمد (نائب ناظم نشرواشاعت) تھے۔ جبکہ چینل کے شرکاء میں مرکزی ناظم نشرواشاعت محترم رضاء الحق، امیر تنظیم اسلامی کے مشیر برائے سیاسی امور محترم ایوب بیگ مرزا، مرکزی ناظم تعلیم و تربیت محترم خورشید انجم، حلقہ کراچی شرقی کے امیر ڈاکٹر انوار علی، اور تنظیم اسلامی کے سینیئر رفیق ڈاکٹر ضمیر اختر خان شامل تھے۔ اس پروگرام میں مختلف ملکی و بین الاقوامی امور کا تجزیہ، تنظیم اسلامی کا موقف اور رفقاء تنظیم کے کرنے کے کاموں کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ اس پروگرام کی تفصیل ندائے خلافت کے شمارہ 43 میں شائع ہو چکی ہے۔

اتوار 08 نومبر 2026ء

درس قرآن مجید..... محترم شہباز احمد شیخ

دوسرے دن نماز فجر کے بعد ملتزم رفیق تنظیم محترم شہباز احمد شیخ نے سورۃ العنکبوت کے آخری رکوع کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے وحی پر مبنی دعوت میں معاشرے کے بااثر اور طاقتور طبقات کو کا خصوصی طور پر مخاطب بنایا۔ قوم کے سرداروں نے اپنے مفادات پر کاری ضرب لگتے ہوئے دیکھی تو وہ دعوت اور داعی کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ انبیاءؑ کی تعلیمات میں توحید کے تصور پر مبنی سماجی مساوات کی دعوت بھی دی گئی۔ خود نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی اولین دعوت میں مکہ کے سرداروں کو مخاطب بنایا۔ توحید کی دعوت سے اُن کے مشرکانہ عقائد پر کاری وار لگ رہا تھا تو وہ اس دعوت اور اسے قبول کرنے والوں کے خلاف صف آراء ہو گئے اور ایسے لوگوں کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا یہاں تک کہ دو مرتبہ مظلوم مسلمان، نبی کریم ﷺ کی ہدایت پر مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کے جانشینوں نے اپنی دعوت کو بے لاگ طریقے سے پیش کیا اور کسی بھی سطح پر مفاہمت سے گریز کیا۔ آج بھی مکمل اور جامع دین کی دعوت جسے انقلابی دعوت کہنا زیادہ مناسب ہوگا اور ایسی دعوت کے علم برداروں کے خلاف باطل اور استحصالی نظام سے فائدہ اُٹھانے والے ایسی انقلابی تحریک کے راستے میں مزاحمت کا رویہ اختیار کرتے ہوئے اُسے کچلنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ انقلابی جماعت سے وابستہ لوگ اپنے نظریے پر کاربند رہتے ہوئے صبر و برداشت کا مظاہرہ کریں گے تو معاشرے کی خاموش اکثریت اُن کی دعوت پر توجہ کرے گی اور انقلابی دعوت معاشرے میں اثر و نفوذ سے آگے بڑھے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پورے شعور اور جرأت سے باطل اور غیر اسلامی نظام کے خلاف بذریعہ دعوت و تبلیغ لوگوں کو منظم کیا جائے۔ یہی وہ منہج ہے جس سے غلبۂ اسلام کا مشن کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو غلبۂ دین کی جدوجہد میں خلوص و اخلاص کے ساتھ اپنا مال اور جان لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ..... محترم سجاد سرور

ناشتے کے بعد شعبہ تعلیم و تربیت کے معاون محترم سجاد سرور نے ''بندہ مومن کا مقصد زندگی'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ہماری عظیم اکثریت کچھ عقائد، رسومات اور ارکان اسلام یعنی عبادات ہی کو نجات کے لیے کافی سمجھتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بندہ مومن کی انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں پر جب اللہ تعالیٰ کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ نافذ العمل ہوگا تو تبھی بندگی اور اطاعت کا تقاضا پورا ہوگا۔ موجودہ صورت حال میں غلبہ دین کی جدوجہد کیے بغیر بندگی رب کا دعویٰ محض فریب نفس اور دین کی حقیقت سے بے خبری پر مبنی سوچ کا مظہر ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ختم نبوت کا بھی تقاضا ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان خود بھی ممکن حد تک دین کی پیروی کریں اور ریاست و مملکت کی سطح پر بھی دین حق کو غالب و نافذ کرنے کی جدوجہد میں اپنے جان و مال لگائیں اور اس مقصد کے حصول میں رخصت کی بجائے عزیمت کی راہ اختیار کرنا ہوگی، سمع و طاعت پر مبنی نظم و ضبط کو اپنانا ہوگا، قناعت اور قربانی کے جذبہ سے کام لے کر غلبہ دین کی جدوجہد کے لیے کام کرنا ہوگا تبھی ﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ کا تقاضا پورا ہو سکے گا بقول شاعر

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں، میں اسی لیے نمازی

پاکستان میں انقلاب: بذریعہ تحریک یا انتخابات..... محترم ڈاکٹر سید عطاء الرحمٰن عارف

ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر سید عطاء الرحمٰن عارف نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں اسلامی انقلاب لانے کے لیے واحد راستہ منہج انقلاب نبویؐ کا ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بتائے ہوئے انقلاب نبویؐ کے چھ مراحل بہت اہم ہیں۔ پہلے چار مراحل مستقل عمل اور جدوجہد کے ہیں۔ آخری دو مراحل بالخصوص تصادم کے لیے ہمارے پاس معتد بہ تعداد ہوگی تو پھر ہم باطل کو چیلنج کریں گے۔ جس طرح سیرت النبیؐ میں غزوۂ بدر سے فتح مکہ تک مسلسل اقدام اور تصادم چلتا رہا۔ اسی طرح جب باطل کی طاقت کو فیصلہ کن شکست نہ دی جائے اُس وقت تک کامیابی نہیں ہوگی۔ اس سے پہلے پہلے خلوص کے ساتھ پہلے چار مراحل پورے کرنا اُخروی کامیابی کے لیے بہت ضروری ہے۔ تنظیم اسلامی کو سب سے پہلے پاکستان میں انقلاب کے لیے جدوجہد کرنی ہے۔ یہاں انقلاب کے لیے تصادم کے مختلف طریقے آزمائے جا چکے ہیں لیکن ناکام ہوئے۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ایک منظم، غیر مسلح اور پُرامن احتجاجی تحریک کا راستہ ہی اسلامی انقلاب کے لیے واحد طریقہ ہے۔ جس کی تائید اب علماء کے حلقے سے بھی ہو رہی ہے کہ ہم انتخابات کے راستے سے مایوس ہو چکے ہیں لہٰذا اب ہم سڑکوں پر آئیں گے۔ سیکولر لوگ بھی کہہ رہے ہیں کہ عدم تشدد سب سے مضبوط ہتھیار ہے۔ پاکستان میں انتخابی سیاست کا طریقہ 79 سال سے چل رہا ہے لیکن ریاست بنیادی ذمہ داریاں ادا کرنے میں ناکام ہوئی ہے۔ ہماری صنعتیں دوسرے ممالک شفٹ ہو رہی ہیں، سرمایہ کاری کا جمود، ذہانت کا انخلاء، قانون ہاتھ میں لینے کے اقدام، سود کی لعنت اور بیرونی قرضے انتخابات کے راستے سے یہ نتائج نکلے ہیں۔ ہم مسلسل اللہ اور رسول ﷺ سے حالت جنگ میں ہیں تو ہمارے مسائل کیسے حل ہوں گے؟ انہوں نے جمہوریت اور اسلامی انقلابی تحریک کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جمہوریت میں حاکمیت عوام کے پاس ہوتی ہے جبکہ انقلابی تحریک میں حاکمیت اللہ کی ہوتی ہے۔ جمہوریت میں بنیادی مقصد اقتدار کا حصول ہوتا ہے جبکہ انقلابی تحریک میں بنیادی ہدف خلافت کا نظام یا اقامت دین ہوتا ہے۔ لیکن مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا اور اُخروی نجات ہوتی ہے۔ جمہوریت کی فکری بنیاد انسان کے بنائے ہوئے آئین وقانون کی بالادستی جبکہ انقلابی تحریک میں قرآن وسنت کی بالادستی ہوتی ہے۔ لہٰذا پاکستان میں اگر انقلاب لانا ہے تو اس کے لیے واحد راستہ رسول اللہ ﷺ کے منہج پر مبنی ایک منظم عوامی انقلابی تحریک کا طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔

اس کے بعد رفیق تنظیم محترم طیب رسول نے نعت رسول مقبولؐ پیش کی۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ (اجتماعیت کی اہمیت)..... محترم خورشید انجم

ناظم تعلیم وتربیت محترم خورشید انجم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دین میں جو چیز فرض ہے، اُس کے لوازم بھی فرض ہو جاتے ہیں۔ ہمارا دین اجتماعیت پر مشتمل ہے۔ نماز، روزہ، حج وغیرہ، یہ ساری عبادات میں اجتماعیت پائی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی سفر پر جائیں تو ایک کو امیر مقرر کر دیں۔ اگر دو آدمی بھی ہوں تو نماز جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ آج اقامت دین کے فرائض ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ جماعت کو اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے جماعت کے بغیر کوئی اسلام نہیں۔ جماعت کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیعت کی بنیاد پر قائم ہو جو منصوص، مسنون اور ماثور ہے۔ قرآن مجید میں بیعت رضوان اور خواتین کی بیعت کا ذکر موجود ہے۔ امام نسائیؒ نے رسول اللہ ﷺ کی دس بیعتوں کا ذکر کیا ہے۔ پھر اسلامی تحریکیں سب بیعت کی بنیاد پر قائم ہوئیں۔ آج یہ بیعت کا تصور اجنبی بن گیا ہے۔ آج بھی دو صورتیں ممکن ہیں۔ آئیڈیل صورت یہ ہے کہ اسلام کا سیاسی نظام قائم ہو تو حکمران (امیر المومنین) کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔ ورنہ جو جماعت خلافت یا اقامت دین کی جدوجہد کرنے والی ہوگی اُس کے امیر کے ہاتھ پر بیعت ہوگی اور یہ بیعت کا نظام مضبوط اجتماعیت کی ضمانت ہے۔

اس کے بعد چائے اور باہمی تعارف کے لیے وقفہ ہوا۔

امیر محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ سے سوال وجواب کا سیشن..... 'امیر سے ملاقات'

رفقاء نے امیر تنظیم اسلامی سے خصوصی پروگرام 'امیر سے ملاقات' میں سوالات کیے جن کے امیر محترم نے جواب دیئے۔ اس پروگرام کے میزبان ناظم سوشل میڈیا محترم آصف حمید تھے۔ اس پروگرام کی تفاصیل ندائے خلافت کے شمارہ 44 میں شائع ہو چکی ہیں۔

مطالعہ حدیث..... محترم خباب عبدالخالق

نماز عصر کے بعد لاہور غربی کے ملتزم رفیق محترم خباب عبدالخالق نے "اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی" کے موضوع پر حدیث کا درس دیتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت دنیا کی ہر چیز حتیٰ کہ اپنی جان سے بڑھ کر ہونی چاہیے تب آپ کا ایمان مکمل ہوگا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے انسان جنت کا حصول اپنے لیے ممکن بناتا ہے۔

مصنوعی ذہانت (AI) کے دور میں فکر وعمل کی حفاظت..... پینل گفتگو

نماز مغرب سے پہلے مصنوعی ذہانت (AI) کے حوالے سے ایک تجزیاتی پروگرام کی ریکارڈنگ پیش کی گئی۔ اس کے میزبان محترم آصف حمید (ناظم سوشل میڈیا) تھے۔ اس پروگرام کی تفاصیل ندائے خلافت کے شمارے 44و45 میں شائع ہو چکی ہیں۔

مطالعہ حدیث..... محترم نور خان

نماز مغرب کے بعد ملتزم رفیق تنظیم میانوالی محترم نور خان نے "اخلاق وکردار" کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے۔ اسی سے ہمارے ایمان کے دعوے کی حقیقت کا پتا چلتا ہے۔ کردار کی سچائی، جہاد، ایثار، انس ومحبت اور تواضع وانکساری حقیقی ایمان کا مظہر ہیں۔ مومنانہ صفات اچھے اخلاق کا شاخسانہ ہوتی ہیں اور یہی کیفیت احسان کی ہے جو عبادت میں اپنائی جاتی ہے۔

فکر اقبالؒ (فقر حجازی)..... محترم ثاقب عباسی

لاہور غربی کے ملتزم رفیق محترم ثاقب عباسی نے اپنے خطاب میں کہا کہ علامہ اقبال نے فقر کے بارے میں بہت سارے اشعار لکھے ہیں۔ غیر مسلموں کا فقر رہبانیت والا ہے جبکہ مومن کا فقر اللہ پر پکا بھروسا اور اُمید والا ہے اور یہی انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ سیرت النبی ﷺ سے تقریباً تمام غزوات کا جائزہ لیں تو ان میں اسباب ووسائل نہ ہونے کے برابر تھے لیکن فتح صرف اور صرف اللہ کی مدد اور بھروسا کی وجہ سے ملی تھی۔ یہ وہ فقر ہے جس میں بھوک روٹی سے نہیں بلکہ اللہ کے اذن سے مٹتی ہے۔ پھر اس فقر میں دنیاوی اقتدار وجاہ وجلال کی اللہ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایک فقر دنیا میں مسکینی سکھاتا ہے فقیری در فقیری چلتی ہے۔ لیکن دوسرا فقر جو اللہ کے لیے اختیار کیا جاتا ہے، اس میں مٹی کو ہاتھ لگانے سے سونا بن جاتی ہے۔ اللہ پر بھروسا کرو تو پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا فقر پیدا ہوگا جنہوں نے اپنا پورا خاندان اللہ کے دین کے لیے لگا دیا۔ جو فقر اللہ کو مطلوب ہے وہ اللہ کے لیے سب کچھ قربان کر دو جیسے شہادت کا فقر ہے، کہ خون کا قطرہ بعد میں گرتا ہے جنت پہلے مل جاتی ہے۔

ویڈیو پروگرام..... بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تقریر

اس کے بعد بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خطاب بذریعہ ویڈیو دکھایا گیا۔ اس خطاب میں بانی محترمؒ نے اپنے دینی فکر کی چار جہتیں بیان کیں۔ (1) اسلام صرف مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ یہ زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کرتا ہے۔ اور یہ اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ کیونکہ حق کی فطرت میں ہے کہ وہ غالب ہو۔ (2) اُمت عذاب الٰہی میں گرفتار ہے یہ تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے اوپر ظلمت و مسکنت تھوپ دی گئی ہے۔ (3) ریاست پاکستان آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکی ہے۔ یہ اگر زندہ رہے گی تو یہاں اسلام قائم ہونے سے ہی زندہ رہ سکے گی ورنہ یہ اپنا وجود کھو چکی ہے۔ (4) پورے کرۂ ارضی پر بالآخر اسلام غالب ہو کر رہے گا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔

بروز 09 نومبر 2026ء

درس قرآن مجید..... محترم اعجاز لطیف

نماز فجر کے بعد نائب امیر محترم اعجاز لطیف نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے سورۃ التحریم کی آیت 6 ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں خاندان کے ادارے کی بڑی اہمیت ہے۔ میاں بیوی کے رشتے سے خاندان بنتا ہے پھر اولاد والدین بہن بھائی سب خاندان میں شامل ہیں۔ خاندان کے سربراہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ پہلے خود احکام شریعت پر عمل کرے اور پھر اپنے خاندان کے افراد کی بھی تربیت کرے تاکہ وہ جہنم کی آگ سے بچ سکیں۔ کیونکہ اصل خسارہ مال کا نہیں بلکہ اعمال کا ہے۔ جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے انسان کو خود محنت اور کوشش کرنی پڑے گی۔ تنظیم اسلامی نے خاندان کی تربیت کے لیے گھریلو اسرے کا ماڈل دیا ہے جس میں سربراہ خاندان نقیب اور خاتون خانہ اس کی نائب ہوتی ہے تاکہ سربراہ کی غیر موجودگی میں اس کا پروگرام جاری رکھا جائے۔ اگر ہم گھریلو اسرے کا اہتمام کریں گے تو ہمارے خاندان والے احکام شریعت کے مطابق زندگی گزاریں گے جو ہمارے لیے توشہ آخرت اور خوش بختی کا باعث ہوں گے۔ جو سربراہ خاندان یا خاتون خانہ اپنی زندگی کو اسوۂ رسول کے مطابق گزاریں گے اُن کی اولاد بھی مستقبل میں اسوۂ رسول کا عملی نمونہ بنے گی۔ اور اللہ تعالیٰ جنت میں اُن سب کو جمع کر لے گا۔ ان شاء اللہ!

افہام و تفہیم (پینل گفتگو)..... امرائے حلقہ جات

ناشتہ کے بعد شرقی پاکستان زون کے چاروں امرائے حلقہ جات، محترم ڈاکٹر رفیع الدین (امیر حلقہ سرگودھا)، محترم نور الوریٰ (امیر حلقہ لاہور، شرقی)، محترم علی جنید میر (امیر حلقہ گوجرانوالہ) اور محترم کاشف عباسی (امیر حلقہ لاہور غربی) نے پینل گفتگو میں حصہ لیا۔ جس میں انہوں نے تنظیم میں نقیب اسرہ، اجتماع اسرہ، فہم دین کورس، رفیق کا تنظیم سے اخراج اور آگاہی معروفات و منکرات پر تفصیل سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اپنے رفقاء کی خاص نہج پر تربیت کرنا چاہتی ہے اس کے لیے انفرادی دعوت کے لیے نظام وضع کیا گیا۔ سب سے پہلے تمسک بالقرآن ہے اور ساتھ نبی اکرم ﷺ کی سنت و اسوہ پر عمل کرنا ہے۔ مقصد حقیقی ایمان پیدا کرنا ہے۔ نقیب اسرہ کا کردار مربی کا ہے، اُسے اپنے رفقاء کی ایمانی و فکری تربیت کرنا ہوتی ہے۔ تنظیم کا پہلا فورم اسرہ کا اجتماع ہے۔ یہ پہلی اینٹ ہے، اسی کی فعالیت پر ہی تنظیم کی فعالیت ہے۔ اور یہ آخری مرحلے کی تیاری کا حصہ ہے۔ تنظیم میں آگاہی معروفات و منکرات مہمات اور توسیعی دعوت کے اجتماع کا انعقاد عوامی سطح پر ہوتا ہے، حلقہ کے سالانہ پلانر کے مطابق اس پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ اس میں عملی کام مقامی تنظیم کرتی ہے، البتہ حلقہ بھی معاونت کرتا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی کا قول ہے کہ ہر رفیق سرخ اونٹوں سے زیادہ افضل ہے۔ لیکن ہر تنظیم کے اصول ہوتے ہیں اس لیے جو بھی رفیق اہل سنت کے عقائد سے نکل جاتا ہے یا وہ تنظیم کی فکر سے اعراض کرتا ہے یا امیر تنظیم کی ذات پر اُس کا اعتماد نہ ہو یا وہ کسی حرام بینہ میں مبتلا ہو یا کسی سیاسی جماعت کی کنوینگ کر رہا ہو تو وہ تنظیم سے فارغ بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کا فیصلہ امیر تنظیم اسلامی کرتے ہیں۔

ناظمہ علیا کا پیغام..... محترم ڈاکٹر عارف رشید

مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور کے صدر محترم ڈاکٹر عارف رشید نے ناظمہ علیا (اپنی والدہ اور بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی اہلیہ محترمہ) کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ اس پیغام کی تفصیل ندائے خلافت کے شمارہ 44 میں شائع ہو چکی ہے۔

دورِ فتن، علامات قیامت اور ہمارا طرز عمل..... محترم مولانا خان بہادر

شعبہ تعلیم و تربیت کے معاون محترم مولانا محترم خان بہادر نے کہا کہ انسان کی زندگی کا ہر لمحہ فتنہ و آزمائش ہے۔ دور فتن قیامت سے پہلے آخری دور کو کہا جاتا ہے۔ آج ہم اس کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے لیکن احادیث میں اس کی علامات بیان کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے علامات بعیدہ ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کی بعثت، شق قمر کا واقعہ، حجاز کی آگ، فتنہ تاتار وغیرہ شامل ہیں۔ یہ علامات پوری ہو چکی ہیں۔ علامات وسطیٰ کا ذکر ایک طویل حدیث میں ملتا ہے جن میں دینی و اخلاقی زوال، علماء اور فقہاء کی قلت، اچھائی کو برائی سمجھنا اور برائی کو اچھائی سمجھنا، امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار سمجھا جانا، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھنا، نااہل لوگوں کے ہاتھ میں حکمرانی کا آجانا، سود اور رشوت خوری کا عام ہونا، حرام اولاد کی کثرت اور بے حیائی کا عام ہونا جیسے معاملات شامل ہیں۔ اسی طرح علامات کبریٰ قیامت کے قریب ظاہر ہوں گی جن میں امام مہدی کا ظہور، دجال، دابۃ الارض کا نکلنا، مغرب سے سورج کا نکلنا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول، یاجوج ماجوج اور یمن سے آگ نکلنا وغیرہ شامل ہیں۔ دجال کے حوالے سے احادیث میں بتایا گیا ہے کہ مومن ایمانی بصیرت سے دجال کو پہچانے گا اور اس سے مقابلہ کرے گا۔ ہمیں اس فتنے سے بچنے کے لیے سورۃ الکہف کی تلاوت اور دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس وقت ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیے؟ ہمارے پاس تنظیم کا خزانہ ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔ اگر ہمارا طرز عمل دنیا داری والا ہو تو پھر دجالیت کا کیسے مقابلہ کریں گے؟

تنظیم اسلامی کی پیش رفت..... ناظم اعلیٰ

ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر سید عطاء الرحمن عارف نے ملک گیر دعوتی، تربیتی اور تنظیمی پیش رفت کی جامع رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ تنظیم کا مجموعی نظم 6 زونز، 20 حلقہ جات اور 159 مقامی تنظیموں پر مشتمل ہے جس میں 12,401 رفقاء شامل ہیں۔ ملک بھر میں 534 حلقہ ہائے قرآنی، 111 مقامات پر خطبات جمعہ، 101 ماہانہ دعوتی اور 116 مقامی تربیتی اجتماعات جاری ہیں۔ رمضان المبارک میں 136 مقامات پر دورۂ ترجمہ قرآن اور 26 مقامات پر خلاصۂ مضامین قرآن کے پروگرام ہوئے، جبکہ تذکیر بالقرآن کورس میں بھی لوگوں کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ انہوں نے شخصی جائزے، گھریلو اسرہ اور نظام مواخات کے ساتھ امیر محترم کے تنظیمی دوروں، عوامی خطابات اور سوشل میڈیا دعوتی سرگرمیوں کا احاطہ کیا۔ آخر میں انہوں نے رفقاء کو روزمرہ زندگی کے لیے آٹھ بنیادی کاموں کی پابندی کی پُرزور تلقین کی، جن میں فہم قرآن، دینی لٹریچر کا مطالعہ، انفرادی روابط کا استحکام، گھریلو اسرہ کا انعقاد، اور زندگی کی ترجیحات کا درست تعین سرفہرست ہیں۔

اختتامی خطاب..... امیر تنظیم اسلامی

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ؒ نے اپنے اختتامی خطاب میں فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرنا ہے اور ہم سب کو دو رکعت شکرانے کے نفل ادا کرنے چاہیے۔ گھر جا کر بیوی بچوں کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے۔ اجتماع کے مقررین اور ریاستی اداروں کے ذمہ داران کا بھی بہت بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو جزائے خیر عطا کرے۔ پچھلے سال کے اہداف ہی جاری رہیں گے۔ البتہ میں کچھ مزید باتیں عرض کرتا ہوں:

(1) حقیقت نفاق ابوظہبی سیریز کا ویڈیو دیکھ لیں۔

(2) ہر مبتدی رفیق یہ عزم لے کر اُٹھے کہ میں نے پہلی فرصت میں ملتزم بننا ہے۔

(3) گھر والوں کی فکر کرنی ہے، ملتزم رفیق جو شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ دونوں اس کا اہتمام کریں۔ ملتزم رفقاء گھریلو اسرہ یا اُس کے متبادل کا ضرور اہتمام کریں۔ کیا آپ اپنے گھر والوں کے لیے جہنم کی آگ گوارا کر سکتے ہیں؟ اپنے دل سے پوچھیے۔ خدارا غور کریں۔ ہر گھر قرآن کا مرکز بنے۔

(4) ہمارا انفاق فی سبیل اللہ سو فیصد ہونا چاہیے۔

(5) اسرہ کے اجتماعات کا نظام وسیع کریں تاکہ متحرک افراد زیادہ سے زیادہ کام کر سکیں۔

(6) میری خواہش ہے کہ ماہ دسمبر کے آخری دنوں میں جہاں جہاں ممکن ہو قرآن حکیم کی محفل سجانے کا اہتمام کریں، اس کا فائدہ 2027ء کے رمضان المبارک میں لازمی ہوگا۔

(7) گھر والوں کو میری جانب سے سلام اور دعائیں پیش کرنی ہیں۔

توجہ طلب امور:

(1) دل کی بیماریوں (تکبر، حسد، بغض، عداوت، وغیرہ) کی یاددہانی جو شیطان اور نفس کی شرارتوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بیماریاں کردار و اخلاق کو تباہ کرتی ہیں، جو گناہ نظر نہیں آتے اُن پر ہمیں توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(2) ہماری اولاد کہاں ہے؟ کسی کی شخصیت کی اصل پہچان یہی ہے کہ اُس نے اپنی اولاد کو کہاں لگایا ہے بالخصوص دین کے معاملات میں اولاد کدھر ہے۔ ہماری آخرت میں ہمارے لیے صدقہ جاریہ ہوگی۔ غور کیجیے۔

(3) رفیقات تنظیم کے کام کی فکر کریں، اُن کو بھی اونر شپ دیں۔ میں ذمہ داران سے کہوں گا کہ وہ اس پر عمل کرائیں۔

(4) سوشل میڈیا، سمارٹ فون کے حوالے سے سوچیں کہ ہمارا اس پر کتنا وقت لگ رہا ہے اور گھر والے کس طرح استعمال کر رہے ہیں۔

(5) اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط کریں۔ سابق امیر حافظ عاکف سعید صاحب (اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے) ہمیشہ اس پر توجہ دلاتے تھے کہ اللہ کی معرفت کا پہلو ہمیں پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ہم دنیاوی ترقی کے لیے کتنا سوچتے ہیں، کیا آخرت کا یقین ہمارے اندر ہے؟ آج یقین کمزور پڑ گیا ہے۔ دنیا کی ہر چیز پر آخرت کو ترجیح دیں۔

(6) قرآن کے ساتھ ذاتی تعلق مضبوط کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس قرآن کے ذریعے سے بدوؤں کو اخلاق سکھایا۔ یہ قرآن دنیا کو بدل دینے والا ہے۔

(7) نوجوان (Gen Z) ہمارے بچے ہیں، ان کو بھی قرآن سے جوڑیں۔ الحمدللہ! بچے تنظیم میں شامل ہو رہے ہیں، اُن پر محنت کریں۔ عالمی و ملکی حالات کے بارے میں کافی باتیں آچکی ہیں، ہمیں اپنی روحانی آنکھیں کھولنی چاہئیں۔ ہمارے دل سخت ہو گئے ہیں، ہمارے پاس فکر ہے، اسی کو آگے بڑھانا ہے۔ مستقبل کا نقشہ ہمارے سامنے ہے، مسلمانوں کی آزمائش ہونی ہے۔ لوگوں کو قرآن اور ایمان کی دعوت دیں، توبہ کی پکار لگانی ہے تاکہ اللہ کی طرف رجوع کیا جا سکے۔ اللہ کے لیے حالات کو بدلنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ دین کا فہم لوگوں کے سامنے رکھنا ہے۔ دعوت و تبلیغ کے کاموں کو آگے بڑھانا ہے، اپنا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آخرت میں کامیابی کے لیے جدوجہد کرنا لازمی ہے۔

بیعت مسنونہ اور اختتامی دعا

اجتماع کے آخر میں امیر محترم شجاع الدین شیخ ؒ کے دست مبارک پر بیعت مسنونہ (سمع و طاعت فی المعروف) کا انعقاد ہوا جس میں متعدد مبتدی رفقاء نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعد ازاں امیر محترم نے انتہائی سوز و گداز کے ساتھ اختتامی دعا کروائی جس میں اُمت مسلمہ کے اتحاد، مظلوم مسلمانوں بالخصوص اہل فلسطین و کشمیر کی نصرت، اور غلبۂ دین کی جدوجہد کی کامیابی کے لیے التجائیں کی گئیں۔ الحمدللہ! یہ تین روزہ سالانہ اجتماع رفقاء کے دلوں میں تازگی ایمان، تجدید عہد اور فکری بصیرت کی انمٹ یادیں چھوڑتا ہوا بخیر انجام کو پہنچا، اور شرکاء پُرعزم دلوں کے ساتھ اپنی دعوتی و تنظیمی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے اپنے اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہوئے۔

❁❁❁

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ کراچی جنوبی منظر داور بزرگ رفیق کرنل (ر) محترم ظفر جمیل وفات پا گئے۔

برائے تعزیت (بیٹا): +971 50 7971884

☆ حلقہ فیصل آباد شمالی کے رفیق محترم محمد عظیم طاہر کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ فیصل آباد سمن آباد کے رفیق محترم محمد عبید اللہ کی بیٹی وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ فیصل آباد تاندلیانوالہ کے رفیق محترم خالد محمود کے بھائی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے ناظم مالیات محترم حافظ جمیل اختر کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت (بیٹا): 0334-9029077

☆ حلقہ کراچی جنوبی، کورنگی شرقی تنظیم کے مبتدی رفیق محترم عبدالنعیم کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اعتذار

ندائے خلافت کے شمارہ 43، 2026ء (29 جمادی الاولیٰ تا 6 جمادی الثانی 1448ھ/ 10 تا 16 نومبر 2026ء) میں 'منبر و محراب' کے ذیل میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ؒ کے خطاب جمعہ 30 اکتوبر 2026ء کی تلخیص میں صفحہ نمبر 5 پر سہواً درج ذیل عبارت لکھی گئی تھی:

''اگر سیدنا عمر ؓ کو اس سورۃ کے مفاہیم کو سمجھنے میں 8 برس لگے اور سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ کو 12 برس لگے.....''

قارئین نوٹ فرمالیں کہ صحیح عبارت یوں ہے:

''اگر سیدنا عمر ؓ کو اس سورۃ کے مفاہیم کو سمجھنے میں 12 برس لگے اور سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ کو 8 برس لگے.....''

ادارہ اس سہو پر معذرت خواہ ہے۔

قساوتِ قلبی

عدل و انصاف کا فقدان، فرقہ واریت کا جنون، ظالم حکمرانوں کا تسلط، کفار اور مشرکین کا استیلاء، ہنگامی کا طوفان، گھر گھر میں لڑائی جھگڑے قساوت قلبی کی مختلف صورتیں ہیں

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

قساوت کا معنی ہے دل کا سخت اور حق کی اتباع سے دور ہو جانا۔ جاحظ رحمہ اللہ نے قساوت کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ دوسروں کو تکلیف اور پریشانی میں دیکھ کر متاثر نہ ہونا اور اسے معمولی بات سمجھنا۔ (تہذیب الاخلاق:30)

☆ جمودِ عین..... خوفِ خدا کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو نہ بہیں، آنکھیں خشک ہو کر رہ جائیں۔

☆ صلابتِ قلب..... دل سخت ہو جائیں اور ان میں رقت اور نرمی باقی نہ رہے۔

☆ طولِ امل..... لمبی امیدیں اور پروگرام۔

☆ حرصِ دنیا..... دنیا کا کمانا ضرورت کی بنا پر نہ ہو بلکہ محض حرص و ہوس اس کی بنیاد ہو۔

آج ہم اُمت کی اکثریت میں یہ چاروں نشانیاں دیکھ رہے ہیں، وہ اُمت جس کی آہ و بکا سے مسجدوں کے گوشے اور خلوت گاہیں گونجا کرتی تھیں۔ آخر شب میں صرف شبنم ہی گلوں کا منہ نہیں دھلایا کرتی تھی، چشمِ مسلم سے گرنے والے اشک ہائے ندامت بھی چمنستانِ قلب کو معطر کیا کرتے تھے۔ اس اُمت کا حال یہ ہے کہ ہزاروں مسلمانوں سے بھری ہوئی مسجد میں شاید ہی اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا بندہ دکھائی دے جو بارگاہِ عالی میں آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرے حالانکہ یہ وہ نذرانہ ہے جو کبھی ٹھکرایا نہیں جاتا..... یہی حال بقیہ تین نشانیوں کا ہے کہ وہ مسلمانوں کی اکثریت میں بتمامہ پائی جاتی ہیں، دل ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ نہ قرآنی آیات سے متاثر ہوتے ہیں، نہ احادیث نبویہ سے۔ الا ماشاء اللہ!

ہماری آنکھوں کے سامنے روزانہ جنازے اٹھتے ہیں بلکہ ہمیں انہیں کندھا دینے کی "سعادت" بھی حاصل ہوتی ہے مگر اپنی قبر یاد نہیں آتی، ذکر و دعا اور نماز میں نہ جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں نہ دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ بھری مسجد میں شاید ہی کوئی خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے والا دکھائی دے۔ ہم درد والم میں مبتلا اُمت کو دیکھتے ہیں مگر اس کا درد اپنے سینے میں محسوس نہیں کرتے۔

طولِ امل کا حال یہ ہے کہ ہمارے اکثر بھائی بہنوں نے ایسے لمبے منصوبے اور پروگرام بنا رکھے ہیں کہ اگر انہیں 'عمرِ نوح' بھی مل جائے تو منصوبوں کی تکمیل سے پہلے ختم ہو جائے، حرصِ دنیا کا بھی یہی حال ہے، شاید ہی کوئی سعادت مند اس سے پاک ہو ورنہ جدھر نگاہ اٹھائیں حرص و ہوس کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے، اس بیماری نے ذلت اٹھانا، حرام کمانا اور ایک دوسرے کا خون بہانا آسان کر دیا ہے۔

غرضیکہ قساوتِ قلبی کی چاروں علامات ہمارے اندر پائی جاتی ہیں۔ یہ قساوت کوئی معمولی بیماری نہیں، یہود میں یہی بیماری پیدا ہو گئی تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں کھلی آنکھوں سے دیکھیں، نعمتوں کی موسلا دھار بارش ان پر برستی رہی لیکن نہ شکر کی توفیق ملی نہ عبادت اور عبودیت کی، نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔ سورۂ بقرہ 74 میں ہے: "پس وہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت، بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں جن سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکل آتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔"

یہود کے سامنے پتھروں کے پھٹنے، ان سے چشمے بہنے اور خوفِ خدا سے گرنے کی جو کیفیات ذکر کی گئیں تو ان کے لیے ان ساری حالتوں کا سمجھنا بہت آسان تھا۔ اس لیے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس پتھر کو بھی دیکھ چکے تھے جس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے تھے اور اس پہاڑ کا بھی نظارہ کر چکے تھے جس پر تجلی الٰہی پڑی تھی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔

اہل علم کہتے ہیں کہ تین قسم کے پتھروں کا ذکر فرما کر سمجھایا گیا ہے کہ جو لوگ کتاب اور علم کتاب کے حامل ہوں، ان کا حال یہ ہونا چاہیے کہ دور دور کے لوگ ان سے استفادہ کریں، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو قرب و جوار والے تو ضرور مستفید ہوں، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم صاحبِ علم کی اپنی زندگی میں تو علم کا اثر ضرور دکھائی دینا چاہیے لیکن جب کثرتِ گناہ کی وجہ سے دلوں پر قساوت چھا جائے تو پھر ان میں سے کوئی صورت بھی روبعمل نہیں آتی۔

دل کی قساوت کتنی بڑی شقاوت اور غضبِ الٰہی ہے؟ اس کا اندازہ ترمذی کی اس روایت سے ہوتا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ ذکر اللہ کے علاوہ کثرتِ کلام دل کی قساوت کا سبب ہے اور انسانوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔" (ترمذی)

عام لوگ آسمان سے پتھر برسنے، زمین سے چشمے ابلنے اور شکلوں کے مسخ ہونے ہی کو اللہ تعالیٰ کا عذاب کہتے ہیں حالانکہ عذابِ الٰہی کی بے شمار صورتیں ہیں:

یہ عدل و انصاف کا فقدان، یہ فرقہ واریت کا جنون، یہ ظالم حکمرانوں کا تسلط، یہ کفار اور مشرکین کا استیلاء، یہ ہنگامی کا طوفان، یہ گھر گھر میں لڑائی جھگڑے، یہ دلوں کی قساوت اور سختی عذاب ہی کی مختلف صورتیں ہیں، بنی اسرائیل نے جب اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدوں کا لحاظ نہ کیا اور عہد شکنی کو انہوں نے اپنی عادت بنا لیا تو ان پر عذاب کی دوسری صورتوں کے علاوہ قساوتِ قلبی کا عذاب بھی نازل کیا گیا تھا، سورۃ المائدہ کی آیت 13 میں ہے: "بنی اسرائیل کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔"

ہم میں سے ہر ایک کو اپنا اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہم بھی تو قساوتِ قلبی کی بیماری میں مبتلا نہیں ہو گئے؟ اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو ہمیں اس بیماری کے علاج پر سنجیدگی سے توجہ دینی چاہیے، قرآن کریم کی تلاوت، موت کو یاد کرنا اور ذکر اللہ کی کثرت قساوت کا بہترین علاج ہیں۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں خود نبی کریم ﷺ نے دل کی سختی کا علاج بتلایا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی قساوتِ قلبی کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: "اگر تم اپنے دل کو نرم کرنا چاہتے ہو تو مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ رکھو!" (مسند احمد)

ظاہر ہے قساوت کا علاج صرف ان دو اعمال میں منحصر نہیں بلکہ علاج تو اور بھی ہیں مگر ممکن ہے جن صاحب سے سوال کیا تھا ان کے حال کے مناسب یہی علاج ہو اس لیے کہ ہمارے آقا ﷺ حکیم بھی تھے اور مزاج شناس بھی، نفسیات پر بھی آپ کی نظر خوب گہری تھی، اس لیے ہر شخص کو اس کے حالات کے مطابق جواب عنایت فرماتے تھے۔ اس ساری بحث سے ثابت ہوا کہ:

☆ قساوت دل کی نرمی، رحمت اور خشوع کو ختم کر دیتی ہے۔

☆ قساوت والا انسان اللہ تعالیٰ سے بھی دور ہوتا ہے اور انسانوں سے بھی۔

☆ قساوت نعمتوں سے محروم کر دیتی ہے اور انسان کو غضب کا مستحق بنا دیتی ہے۔

❀❀❀

مسکرا کر ملنا صدقہ ہے!

حبیب آصف شیخ (مرکزی شعبہ نشرواشاعت)

ایک دن صبح صبح سورج کی سنہری کرنیں کھڑکی سے اندر آئیں تو علی کی آنکھ کھل گئی۔ علی آٹھ سال کا ایک پیارا اور سمجھ دار بچہ تھا۔ وہ بستر سے اٹھا، اپنے بستر کو تہہ کیا اور منہ ہاتھ دھونے کے بعد کمرے سے باہر آیا۔ اس نے دیکھا کہ باورچی خانے میں اس کی امی ناشتہ بنا رہی تھیں اور ان کا چہرہ تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

علی نے فوراً سوچا کہ آج امی کتنی جلدی اٹھ گئی ہیں اور کتنی محنت کر رہی ہیں۔ وہ چپ چاپ امی کے پاس گیا، ان کے قریب کھڑا ہو گیا اور ایک بہت ہی پیاری اور چمکدار مسکراہٹ کے ساتھ بولا: ''اسلام علیکم امی جان!''

امی نے جو پیچھے مڑ کر علی کے چہرے پر وہ مسکراہٹ دیکھی، تو اُن کی ساری تھکن ایک لمحے میں غائب ہو گئی۔ ان کے چہرے پر بھی ایک خوبصورت سی مسکراہٹ آ گئی اور انہوں نے پیار سے علی کے ماتھے پر بوسہ دے کر کہا: ''وعلیکم السلام میرے پیارے بیٹے! میرا دن تو تم نے اتنی پیاری مسکراہٹ سے ہی بنا دیا۔''

علی یہ سن کر بہت خوش ہوا اور ناشتہ کرنے کے بعد اپنا اسکول کا بیگ اٹھا کر بس اسٹاپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں اُسے اسکول کا اپنا دوست احمد ملا۔ احمد آج کچھ اداس لگ رہا تھا اور اس نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا۔ علی نے پاس جا کر پوچھا: ''احمد بھائی! کیا بات ہے، آج آپ اتنے اداس کیوں ہیں؟'' احمد نے اداس آواز میں کہا: ''یار میرا کل والا ریاضی کا ٹیسٹ اچھا نہیں ہوا تھا، اس لیے میرا دل نہیں لگ رہا۔''

علی کو اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ایک بات یاد آ گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے۔'' علی نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر احمد کو دیکھ کر ایک پیاری سی مسکراہٹ دی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا: ''کوئی بات نہیں احمد یار! اگلی بار ہم دونوں مل کر تیاری کریں گے، تم بالکل بھی پریشان نہ ہو۔''

احمد نے جب علی کے چہرے پر وہ پیار بھری مسکراہٹ دیکھی، تو اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ لوٹ آئی اور وہ بولا: ''شکریہ علی! اب مجھے بہت بہتر لگ رہا ہے۔''

اسکول پہنچنے پر علی نے گیٹ پر کھڑے چوکیدار انکل کو بھی دیکھ کر مسکرا کر سلام کیا، جس پر انکل نے بھی مسکرا کر اسے دعائیں دیں۔ کلاس روم میں جا کر جب ٹیچر عمران نے پڑھانا شروع کیا، تو علی نے پوری توجہ سے سبق سنا اور دورانِ لیکچر اپنے ساتھ بیٹھے ایک نئے طالب علم کی مدد بھی مسکرا کر کی۔ جب علی شام کو واپس گھر لوٹا اور اس نے دن بھر کے تمام مزے دار واقعات اپنی امی کو سنائے، تو امی نے پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا: ''بیٹے! تم نے آج بغیر پیسوں کے صرف مسکرا کر اتنے سارے صدقے اور نیکیاں کما لی ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ بھی ہمیشہ سب سے مسکرا کر ملتے تھے، اور تم نے آج ان کی اتنی پیاری سنت پر عمل کیا ہے۔''

علی یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے پکا ارادہ کیا کہ وہ روزانہ سب سے مسکرا کر ملے گا کیونکہ ایک چھوٹی سی مسکراہٹ نہ صرف دوسروں کا دن بناتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی بہت پسند آتی ہے۔

❁❁❁

گوشۂ انسدادِ سود

آہ! انڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1672 دن گزر چکے!

سود کی خباثتیں

7- مہنگائی میں اضافہ:

اشیاء کی قیمت کا تعین کرتے وقت دیگر اخراجات کے ساتھ سود کی ادائیگی اور سود کی وجہ سے دیگر خطرات (*Risks*) کی پیش بندی کے لیے حد سے زیادہ منافع بھی شامل کیا جاتا ہے جس سے اشیاء کی مجموعی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر اشیاء کی تیاری کے لیے خام مال فراہم کرنے والے' اشیاء تیار کرنے والے' اشیاء کو مارکیٹ میں فراہم کرنے والے اور اشیاء کو مارکیٹ میں فروخت کرنے والے' سب ہی سودی قرضوں پر اپنے اپنے کام کر رہے ہوں تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہر سطح پر سود کی وجہ سے اشیاء کی قیمت میں کس قدر اضافہ ہوگا۔

8- اشیاء کے کرائے میں اضافہ:

سود کی وجہ سے ہر شے کے کرائے میں اضافہ ہو جاتا ہے خواہ وہ زمین' دکان' مشینری' کارخانہ یا ذرائع حمل و نقل ہوں' کیوں کہ ان سب کی مالیت میں سود شامل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شکست و ریخت (*Wear & Tear*) کے اخراجات (*Depreciation*) کے ساتھ ساتھ کرائے کے توسط سے بھی منافع کی سطح کو مزید اونچا رکھنے کی بنیاد فراہم ہو جاتی ہے۔

9- محنت کشوں کا استحصال:

منافع کو اونچا رکھنے کے اقدامات میں سے ایک، مزدوروں کو اُن کا پورا معاوضہ نہ دینا بھی ہے۔ سود اور اس کی وجہ سے پیش آنے والے دیگر خطرات کی پیش بندی کے لیے کاروبار کے اکثر وسائل استعمال ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً مزدوروں کو اُن کی محنت کی مناسبت سے معاوضہ ادا نہیں کیا جاتا۔ مزدوروں میں کمی (*Downsizing*) اور تنخواہوں میں کمی (*Cut Short*) کی بنیادی وجہ یہی ہوتی ہے۔

(جاری ہے)

بحوالہ ''سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات''، از حافظ انجینئر نوید احمد

اخبارِ اسلام

غزہ: اصل صورتِ حال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

- غزہ کے سرکاری میڈیا آفس کے مطابق حالیہ بارشوں کے نتیجے میں تقریباً 70 ہزار خیمے زیرِ آب آ گئے، جبکہ ہزاروں خاندان کھلے آسمان تلے بے آسرا ہو گئے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے دفتر برائے رابطہ انسانی امور کے مطابق بارشوں کے بعد تقریباً 26 ہزار خاندانوں نے امداد کی درخواست کی ہے، جبکہ 3900 خاندان مکمل طور پر بے گھر ہو گئے ہیں۔ تقریباً 9 لاکھ 40 ہزار فلسطینی نشیبی علاقوں میں سیلاب کے خطرہ سے دوچار ہیں۔ دوسری جانب تقریباً ڈیڑھ لاکھ نئے خیمے اور پناہ گاہوں کی تعمیر و مرمت کا ضروری سامان غزہ سے باہر داخلے کی اجازت کا منتظر ہے۔ ادھر غزہ کی وزارتِ صحت نے اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں شہداء اور زخمیوں کے تازہ اعداد و شمار جاری کرتے ہوئے بتایا ہے کہ 11 اکتوبر 2025ء کو جنگ بندی کے اعلان کے بعد سے اب تک 1643 فلسطینی شہید اور 5964 زخمی ہو چکے ہیں، جبکہ ملبے سے 850 لاشیں نکالی گئی ہیں۔ غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے آغاز سے اب تک شہداء کی مجموعی تعداد 74695 اور زخمیوں کی تعداد 176093 ہو گئی ہے۔ جبکہ شدید سردی کے باعث 9 ماہ کا ایک شیر خوار بچہ بھی جاں بحق ہو گیا، جس کے بعد سردی سے ہونے والی اموات کی مجموعی تعداد 11 ہو گئی ہے۔
- ڈاکٹرز ود آؤٹ بارڈرز کے مطابق 30 اگست سے 12 نومبر 2026ء کے دوران غزہ میں کم از کم 567 فضائی حملے ریکارڈ کیے گئے، جبکہ اکتوبر 2023ء سے اب تک ناصر کمپلیکس کو کم از کم چھ فضائی حملوں کے علاوہ زمینی دراندازیوں، گولہ باری اور فائرنگ کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے۔ غزہ کے 38 میں سے 22 اسپتال مکمل طور پر ناکارہ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے انسانی تنظیموں اور عالمی رہنماؤں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ محض مذمتی بیانات کے بجائے طبی مراکز، مریضوں اور طبی عملے کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کریں۔
- فرینڈز آف فلسطین پاکستان کے وفد نے تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر شجاع الدین شیخ سے ملاقات کی۔ وفد میں ڈائریکٹر جنرل فرینڈز آف فلسطین پاکستان ڈاکٹر بلال الاسطل، فلسطینی قانون ساز کونسل کے رکن ڈاکٹر مروان ابوراس اور عالمی اتحاد برائے نصرت بیت المقدس و فلسطین کے نمائندے ڈاکٹر زیاد ابو زید شامل تھے۔ ملاقات میں غزہ کی جنگ، فلسطینی عوام کو درپیش انسانی بحران اور مسجد اقصیٰ کے خلاف جاری صہیونی اقدامات کے بارے میں بریفنگ دی گئی اور فلسطین کے مسئلے کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے، پاکستان کی دینی و فکری قیادت کے کردار کو مؤثر بنانے اور فلسطینی عوام کی حمایت کے لیے مشترکہ علمی و اجتماعی کوششوں کی ضرورت پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔
- ''فلسطین کے لیے انصاف'' کے نام سے شروع کی گئی عوامی مہم پر اب تک 13 لاکھ سے زائد افراد نے دستخط کیے ہیں اور یہ یورپی یونین کے 13 رکن ممالک میں مطلوبہ قانونی حد بھی عبور کر چکی ہے۔ واضح رہے کہ مہم کی قیادت یورپی بائیں بازو کے اتحاد کی قوتیں اور مختلف شخصیات کر رہی ہیں، جبکہ اسے سول سوسائٹی کی تنظیموں اور فلسطین کے حامی گروپوں کی حمایت حاصل ہے۔
- مقبوضہ بیت المقدس میں قابض اسرائیلی فوج کی جانب سے مسجد اقصیٰ اور پرانے شہر کے اطراف سخت فوجی پابندیوں کے باوجود تقریباً 70 ہزار فلسطینیوں نے نمازِ جمعہ ادا کی۔
- فلسطینی اسیر حسن سلامہ کی منگیتر نے انکشاف کیا ہے کہ اسرائیلی جیل میں اُن کی کوٹھڑی پر دھاوے کے دوران انہیں شدید تشدد اور مار پیٹ کا نشانہ بنایا گیا اور ان پر نو گولیاں چلائی گئیں اور زخمی ہونے کے باوجود انہیں طبی امداد فراہم نہیں کی گئی۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **سعودی عرب: حوثیوں کے ڈرون اور میزائل حملے ناکام:** حوثی ملیشیا کی جانب سے سعودی عرب کے مختلف علاقوں پر داغے گئے ڈرونز اور میزائل فضائی دفاعی نظام نے تباہ کر دیے۔ جبکہ سعودی عرب کی مشرق سے مغرب تک جانے والی تقریباً 1200 کلومیٹر طویل تیل پائپ لائن کو 9 نومبر کو مدینہ منورہ کے علاقے میں نشانہ بنایا گیا، جس کے نتیجے میں محدود پیمانے پر آگ بھڑک اٹھی۔ بعد ازاں آگ پر قابو پا لیا گیا، کوئی جانی نقصان نہیں ہوا اور تیل کی ترسیل معمول کے مطابق جاری رہی۔ مشرقی صوبے میں پولیس نے انسانی اسمگلنگ اور مجرمانہ سرگرمیوں کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے جسم فروشی کے الزام میں چھ غیر ملکی خواتین کو گرفتار کر کے قانونی کارروائی شروع کر دی ہے۔ دریں اثنا شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے سعودی عرب میں نئی عسکری تقرریوں سے متعلق شاہی فرمان جاری کیا ہے۔
- **خلیجی ممالک: مشترکہ فوجی کمانڈ کا ہیڈ کوارٹر کویت میں قائم:** خلیج تعاون کونسل (جی سی سی) کے رکن ممالک نے کویت میں مشترکہ فوجی کمانڈ کے جدید ہیڈ کوارٹر کے قیام اور وہاں افواج کی تعیناتی کی منظوری دے دی ہے۔
- **قطر، ترکیہ: دفاعی تعاون سمیت پانچ معاہدوں پر دستخط:** ترک صدر رجب طیب اردوان اور امیر قطر شیخ تمیم بن حمد آل ثانی کی استنبول میں ملاقات میں دو طرفہ تعلقات، علاقائی صورتِ حال اور عالمی امور پر تبادلۂ خیال کیا گیا اور دونوں ممالک کے درمیان دفاعی تعاون سمیت پانچ معاہدوں اور مفاہمتی دستاویزات پر دستخط کیے گئے جن میں باہمی دفاعی معاہدے کے علاوہ تعلیم، امن و مصالحت، تنازعات کے حل، صارفین کے تحفظ اور مارکیٹ نگرانی کے شعبوں میں تعاون شامل ہے۔
- **بھارت: کشمیریوں پر پابندیاں اور مذہبی حقوق کی خلاف ورزیاں:** مقبوضہ جموں و کشمیر میں بھارتی فورسز نے محاصرے اور تلاشی کی کارروائیوں، چھاپوں اور نگرانی کا سلسلہ تیز کر دیا ہے۔ سرینگر، کولگام، اسلام آباد، پلوامہ، شوپیاں اور کشتواڑ سمیت مختلف اضلاع اور شاہراہوں پر کارروائیاں جاری ہیں، جبکہ کشمیریوں کی نقل و حرکت پر سخت پابندیاں عائد ہیں۔ لداخ کے ماحولیاتی کارکن سونم وانگچک کو موسمِ سرما میں انتخابات کے انعقاد کی مخالفت اور انتخابی شیڈول تبدیل کرنے کے مطالبے کے بعد گھر میں نظر بند کر دیا گیا۔ بی جے پی رہنما شام لال شرما نے دعویٰ کیا ہے کہ جموں و کشمیر میں جلد ایک ہندو وزیرِ اعلیٰ ہوگا۔ عالمی جریدے 'دی ڈپلومیٹ' نے لکھا ہے کہ مودی حکومت کے زیرِ اثر وقف بورڈ کی جانب سے مساجد میں خطباتِ جمعہ کے لیے یکساں موضوعات مقرر کرنا مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مداخلت ہے۔
- **بنگلہ دیش: بھارت سے شیخ حسینہ کی حوالگی کا مطالبہ:** بھارت میں مقیم بنگلہ دیشی سابق وزیرِ اعظم شیخ حسینہ واجد کی نئے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے حصول کی درخواست مسترد کر دی گئی ہے۔ وزیرِ خارجہ ہمایوں کبیر کا کہنا ہے کہ بنگلہ دیش کسی دہشت گرد کو پاسپورٹ فراہم نہیں کرتا اور شیخ حسینہ مفرور مجرم ہیں۔ بنگلہ دیش اور بھارت کے درمیان حوالگیٔ مجرمان کا معاہدہ موجود ہے اور ڈھاکہ چاہتا ہے کہ نئی دہلی شیخ حسینہ کو اس کے حوالے کرے۔
- **انڈونیشیا: نائب صدر تعلیمی اسناد کے تنازع پر مستعفی:** نائب صدر جبران راکابومنگ راکا نے تعلیمی اسناد سے متعلق قانونی تنازع کے بعد عہدے سے استعفیٰ دے دیا ہے۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

So, Where Are You Going?

فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ [At-Takwir: 26]

By: Saedia Riaz

...A pertinent question asked of the modern "secular man," whilst he is in the midst of the rush hour in the cosmopolitan city he lives in. In the pursuit of "happiness" and hope of advancement, wealth and prestige, he did away with peace, *fitra* and harmony of the natural abode he was born in, the organic way of life. The subtleties and the intrinsically God-connected activities of life seemed too slow and outdated. Shifting to the mad machines, the automated tellers, self-checkouts, scanning gates, and drones - a world full of "intelligence, dumbed down".

Where have all the humans gone?

Why are they creating these monsters, feeding them and quietly slipping into a life full of gadgetry and electronics? There's no time for emotion, no space for human agency, or to stop and smell the daffodils.

"So, where are you going?"

It is a rhetorical question directed to our souls, not our bodies. The going is not physical; it is metaphysical. If we were made for this *dunya*, He would not have created death. The word *dunya* has a negative connotation to it. *Rabbud dunya* doesn't seem right as opposed to *Rabbul Alameen*. Earthly existence is a mere testing ground, because man belongs to life in the Hereafter; he can never attain happiness here, he was only created to worship Allah; therefore, potentially heaven-bound.

'So what made you turn away?'

"Moses said, "O my people, why do you harm me when you certainly know that I am the messenger of Allah to you?" And when they deviated, Allah caused their hearts to deviate" [As-Saff: 5]

But man is distracted by the glitz, the disease of the *dunya*, his intellect is clouded by the heights and peaks of the insatiable desire for wealth, luxury and power.

"Competition for more gains diverts you from Allah" [At Takathur: 1]

The wealth and fame weren't part of the curriculum; that's not why He created you. What was your purpose? Why were you made? Only to worship Allah. We were sent as His vicegerents to the earth.

"So...where are you going?"

It is a moment to realign with our primary mission. Some people only return when their world falls apart, when deception and cheating, force them to rethink their life plan. Rethink the original deal and empty your minds.

"So where are you going?"

This message is being called out to you five times a day, "come to Salah, come to success", to remind you not to lose your way.

This world will rip us apart. Humans are losing their dignity and lowering their moral standards, giving in to materialism and accepting the narrative that they are being manipulated with. Our rules and advice are not man-made but Divine, so they cannot be meddled with.

We are only travelers here, we don't own anything, not even our bodies. We, indeed, are strangers to ourselves! The glitz and lights of the world delude us. Satan whispers, *"You are here to stay" "Eat, drink, and be merry" "You only live once, YOLO"*... Slogans made to justify indulgent behavior. Let us take stock today, and change the mantra to *"YODO"* instead: ***You Only Die Once***.

About the Author:

Saedia Riaz is an engineer and mother of four. She is currently a Raju Illal Quran student.

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر



شاندار صفائی، اُجلی دھلائی

کم مقدار، زیادہ صفائی

منفرد اور دیرپا خوشبو

رنگوں کی حفاظت

کپڑوں کی حفاظت

جلد کی حفاظت

DELIVERY ALL OVER PAKISTAN

میرا با اعتماد انتخاب



شاندار صفائی

کم پیسے، زیادہ دھلائی

بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا

مہکتی خوشبو

JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan

For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.45

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL cough syrup

Acefylline piperazine 45mg + diphenhydramine HCl 8mg

PAKISTAN'S MOST PRESCRIBED COUGH SYRUPS



Nabiqasim Industries (Pvt.) Ltd.
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi - 74200
+92 21 - 111 742 762
+92 21 - 2636313
info@nabiqasim.com
www.nabiqasim.com
Your Health Our Devotion